جناب مترجم کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ اس قسم کی شکوک روایتون کے مجروح رواۃ پر بھی حاشیہ مین کچھ بحث کرتے بہرحال ترجمہ صاف اور سلیس ہے کتابت، طباعت، اور کاغذ معمولی ہے، بہتر یہ تھا کہ عربی کی عبارتین صفحہ کے اوپر حصہ مین ہوتین اور ترجمہ نیچے الگ ہوتا، بیچ بیچ مین بڑی بڑی عربی عبارتین دیکھکر معمولی اردو خوان گھبرا جائین گے، قیمت فی جلد ۸ روپیہ، سید ابن الحسین بازار ملا ظریف، رام پور اسٹیٹ،

تفسیر سورۂ اخلاص، محمد شریف عبد الغنی تاجران کتب کشمیری بازار لاہور علامہ ابن تیمیہ کی کتابون کو برابر اردو مین منتقل کراتے رہتے ہین، حال مین انھون نے انکی تفسیر سورۂ اخلاص کا ترجمہ شائع کیا، اسکو اردو مین جناب مولوی غلام ربانی صاحب بی اے نائب مدیر زمیندار لاہور نے منتقل کیا ہے، ترجمہ صاف اور رواں ہے حجم ۳۰۸ صفحے قیمت ع۲

حقیقت التناسخ، یہان تک تو تمام مذاہب مانتے ہین کہ اس زندگی کے بعد موت ہے، اور اس موت کے بعد زندگی ہے، اور اسی دوسری زندگی مین ہم کو پہلی زندگی کے پھل ملین گے، لیکن اسکے بعد سامی مذاہب اور آرین مذاہب مین اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، سامی مذاہب کہتے ہین کہ اس موت کے بعد جو زندگی تم کو ملے گی وہ دنیائے عمل سے کوئی تعلق نہ رکھیگی بلکہ تم محض عالم جزا و سزا مین بسر کروگے، اس کے بعد یا تو ہمیشہ کا آرام ہے یا ہمیشہ کی تکلیف، لیکن آرین مذاہب اس کے قائل ہین کہ موت کے بعد پھر ہمین اسی دنیا مین آنا ہے اور پھر تکلیف و آرام بھگتنا ہے، اسی خیال کا نام تناسخ یا آواگون ہے،

تناسخ یا آواگون وہ بنیادی عقیدہ ہے جو ابراہیمی مذاہب کو غیر ابراہیمی مذاہب سے ممتاز کرتا ہے لیکن افسوس کہ مسلمانون مین ایسے فرقے گذر چکے ہین جنھون نے دعوائے اسلام کے باوجود تناسخ کو تسلیم کیا ہے، اب بظاہر یہ فرقے نہین لیکن شاید دکن مین اس فرقہ نے دوبارہ جنم لینا چاہا ہے، چنانچہ حال مین نظامی پریس بدایون سے محمد عبد الوہاب بن محمد عبد العلی ناظمی نے یہ کتاب شائع کرکے قرآن سے تناسخ کا فریب دہ طریقہ پر ثبوت دینا چاہا ہے، حجم ۱۲۸ قیمت ۸؍ پتہ نمبر ۵۱ مکان آرائش بلدہ باغ مسلم جنگ ملک پیٹھ حیدرآباد دکن،

مجلد ہشدہم	ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۵ھ مطابق ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۶ء	عدد پنجم

مضامین

شذرات

اس مہینہ مین اسی صوبہ مین قریب قریب کے دو شہرون مین دو آل انڈیا مجلسون کے اجلاس سالانہ منعقد ہوے، کانپور مین ندوۃ العلماء کا جلسہ تھا، اور الہ آباد مین شرقی کانفرنس کا، اتفاق سے دونون کی تاریخین بھی ایک تھین یعنی ۵، ۶، ۷، نومبر ۱۹۲۶ء ایک گنگا کے ساحل پر اور دوسری گنگا اور جمنا کے سنگم پر تاریخون کے اس توارد کے سبب یہ نقصان پہنچا کہ جو یہان شریک ہوا وہ وہان کی شرکت سے محروم رہا،

ندوۃ العلماء کا یہ اکیسوان سالانہ جلسہ تھا، زمانہ کے انقلاب اور حالات کے تغیر نے گو اب پرانی مجلسون کی وہ رونق قائم نہین رکھی تاہم اُن کے مقاصد اور ضرورتون کا جہان تک تعلق ہے وہ ابھی تک ویسی ہین، ندوۃ العلماء کا مقصد علماء مین اتحاد و اتفاق و رواداری پیدا کرنا، عربی مدارس مین اصلاحات کا رائج کرنا، نصاب تعلیم مین ضرورت زمانہ کے مطابق اصلاح و ترمیم، علماء کو جدید علوم و مسائل سے آگاہ کرنا، ایک عظیم الشان شرقی کتبخانہ کی فراہمی، اسلام کی اشاعت و تبلیغ، ایک دار الافتاء کا قیام، مسلمانون کے مذہبی فلاح و بہبود کے کامون کے لیے جد و جہد،

یہ کوئی دعوی نہین کر سکتا کہ ندوۃ العلماء نے اپنے تمام مقاصد مین پوری پوری کامیابی حاصل کی، تاہم اسکی دعوت و تبلیغ، اور تحریر و تقریر نے علماء کے مختلف فرقون کو باہم ملایا، اُن کے خیالات کو بلند کیا، اُن کو اصلاحات سے مانوس کیا، اُس نے اپنا ایک مدرسہ بنایا اور تقریباً تیس برس سے وہ اسکو چلا رہا ہے، اُس نے اپنی تعلیم کے نمونے بھی پیش کیے، کتبخانہ بھی فراہم کیا، اور دار الافتاء بھی قائم ہوا، مسلمانون کے مذہبی فلاح و بہبود کے متعدد کام کیے، جن مین ایک وقف علی الاولاد

کارروائی ہے، اشاعت و تبلیغ کے کاروبار کو اُس نے دو تین دفعہ کھولا اور بند کیا، کہ مسلمانون نے ہمت نہ بندھائی،

بہرحال وہ اپنے مقاصد کی تکمیل و اتمام کے لیے ہر وقت آمادہ ہے، مگر ہر قدم پر سوال سرمایہ کا آتا ہے، اسوقت چندے اسی انجمن کو مل سکتے ہین جو اپنی تبلیغ سب سے زیادہ کرے، مگر علماء اب تک اس مغربی طرز تبلیغ سے محروم ہین اور اسی لیے سرمایہ کی طرف سے اُن کی تمام مذہبی انجمنین اور درسگاہین غیر مطمئن ہین، اب یا تو علماء اپنے طرز و طریقہ مین تبدیلی کرین اور یا مسلمان اپنے مذہبی احساس کی تیزی اور شدت کا ثبوت دین، ورنہ خطرہ سامنے ہے،

اب اس وقت ملک مین تین خالص قومی درسگاہین ہین، خالص مذہبی دیوبند، دینوی مذہب آمیز جامعہ ملیہ، مذہبی دنیا آمیز دار العلوم ندوہ، قوم کو ان مین سے کسی نہ کسی سے تو دلچسپی ہونی چاہیے، مگر جا کر دیکھو تو ہر جگہ تمھاری غفلت کا ماتم اور تمھاری بے حسی کا رونا ہے، فوری اور عارضی مذہبی باتون پر تمھارا جوش ضرب المثل ہے، مگر مستقل اور پائدار کام جن سے تمھاری اصلی اصلاح و ترقی ہو سکتی ہے اُن کی طرف سے بیگانگی بھی تمھاری سرشت بن رہی ہے، کیا اُدھر توجہ ہے؟ محمد رسول اللہ صلعم کے نام پر تم جان قربان کر سکتے ہو مگر ان کے کام اور پیغام کے لیے روپے کی ایک تھیلی دے سکتے ہو؟ گر ز طلبی . . . . . .

ندوۃ العلماء کا اجلاس کانپور تین دن تک قائم رہا اطراف سے علماء، روساء، معززین، اور عام مسلمانون کا اچھا خاصہ مجمع تھا، جناب حافظ محمد حلیم صاحب استقبالیہ کے صدر تھے، اور جناب مسیح الملک حافظ اجمل خان صاحب اجلاس کے صدر تھے، شرکا مین علمائے کرام، ماہرین تعلیم، مختلف اسلامی اسکولون اور مدرسون کے منیجر، مہتمم اور مدرسین، رہنمایان قوم، وکلاء، رہبار اخبارات کے اڈیٹر، کونسلون کے ممبر، غرض ہر طبقہ اور درجہ اور خیال کے مسلمان شریک تھے، ہندوستان کے مختلف مقامات سے مسلمان کثرت سے آئے تھے،

صدر استقبالیہ نے ندوۃ العلماء کے مقاصد اور نتائج پر دلکش طرز ادا میں بحث کی تھی، اور صدر اجلاس نے ہندوستانی مسلمانون کے بعض ضروری مذہبی مسائل کو اختصار کے ساتھ علماء اور قوم کے سامنے پیش کیا، اور خواہش ظاہر کی کہ علماء کرام اس بارہ مین عام مسلمانون کو مذہبی احکام سے مطلع کرین، اور موجودہ مشکلات پر غور کرین، عنقریب یہ سوالات استفتا کی صورت مین علماء کے سامنے پیش کیے جائین گے، اور ان کے جوابات چھاپ کر شایع کیے جائین گے،

جلسہ کے مختلف اجلاسون مین مولانا شاہ سلیمان صاحب پھلواروی، مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب پٹیالوی مصنف رحمۃ للعلمین، مولانا محمد علی، ڈاکٹر سیف الدین کچلو، مولانا ظفر علی خان، مولانا ابو القاسم صاحب بنارسی، مولانا غلام محمد صاحب شملوی، مولانا عبد الرحیم صاحب بیواڑی اور سید سلیمان ندوی نے مختلف عنوانات اور تجویزون پر تقریرین کین، دار العلوم کے دو طالب العلمون نے ایک نے عربی اور ایک نے اردو مین تقریر کی، اور لوگون نے پسند کی، مولوی ابو الجلال صاحب ندوی نے مذہب کے نفسیاتی فلسفہ پر اور جناب نادری صاحب ہیڈ مولوی مسلم ہائی اسکول کانپور نے عربی زبان کے فیلالوجی (علم الاشتقاق) اور فضائل پر خطبے دیے، جن کو خواص نے نہایت پسند کیا، منشی واحد علی صاحب بیر قدائی سابق میر منشی رامپور، جناب وصل بلگرامی اڈیٹر مرقع اور حافظ فضل حق صاحب آزاد عظیم آبادی نے اپنی نظمین سنائین،

ندوہ مین ابھی تجویزون کی بیماری بہت کم ہے، تعزیت و تہنیت کے علاوہ باقی تین تجویزین تھین، ایک علماء اور مسلمانون مین اتحاد اور باہمی رواداری کے متعلق، دوسری عورتون کے حق وراثت کے متعلق، اور تیسری دار العلوم کی تعمیرات کیلیے دو لاکھ کی اپیل جسکو ڈاکٹر کچلو نے قوم کے سامنے پیش کیا،

اس اپیل کے جواب مین حاضرین کی طرف سے پہلے دو شرکاے کار نے اپنے چندے لکھوائے، جن مین بڑی رقمین حسب ذیل تھین، حافظ محمد حلیم صاحب نے ڈھائی ہزار، مسیح الملک حکیم اجمل خان صاحب ایک ہزار، نواب سید

محمد علی حسن خان صاحب ناظم ندوۃ العلماء ۵۰۰، منشی محمد احتشام علی صاحب معتمد مال ندوۃ العلماء ۵۰۰، جناب قاضی محمد خلیل صاحب رئیس بریلی ۵۰۰، ہم جیسے غریبون کی رقمین جو قابل اظہار نہین وصول ہوگئین، کل موعود ملاکر چھ سات ہزار کی رقم ہوئی..

امسال اورینٹل کانفرنس کا چوتھا سالانہ جلسہ الہ آباد یونیورسٹی کی دعوت پر الہ آباد مین منعقد ہوا، ملک کی مختلف یونیورسٹیون اور علمی مرکزون سے نمایندے آئے تھے، دار المصنفین سے مولانا عبد السلام صاحب ندوی تشریف لے گئے تھے، اور اپنا مضمون "اسلام مین طریقہ انفصال مقدمات" پڑھا، جلسہ کے صدر شمس العلماء ڈاکٹر جیون جی جمشید جی مودی تھے، جو بمبئی کے پارسی فاضل ہین،

صدر نے اپنی فاضلانہ تقریر مین مہابھارت کے مطالعہ، ترجمہ اور اسکی جدید ترتیب و اشاعت پر گفتگو کی، پھر ہندوون کو اس قدیم ایرانی تہذیب و تمدن کے مطالعہ کی طرف متوجہ کیا جو ہندوستان مین قائم تھی، بعد ازین ہنس یا اُن یونانیون کی تاریخی تحقیق و تلاش کی طرف ملتفت کیا جو سکندر کے بعد ایران سے آکر ہندوستان پر قابض ہوگئے تھے، آخر مین ہندوون کے مذہبی رسوم ستی، بیوون کے نکاح ثانی، مخلوط شادی کے قابل اصلاح مسائل کا ذکر کیا،

کانفرنس مین جو مضامین پڑھے گئے، اور جن کے خلاصے ایک مجموعہ مین چھپ گئے ہین، اُن سے معلوم ہوتا ہے، تقریباً ڈیڑھ سو مضامین اس کانفرنس مین پیش ہوے، جو نو متفرق صیغون مین بٹے تھے، یعنی ادبیات، فلسفہ، تاریخ، اور اثریات، علم الانسان، ہندی، عربی اور فارسی، اردو، متفرقات، ان ڈیڑھ سو مضامین کی اکثریت پھیر پھیر کر وہی مہابھارت اور رامائن کے گرد چکر ہے، دو چار مضامین بودھ مت کے متعلق بھی تھے، عربی فارسی اور اردو مضامین کی نوعیت افسوس کہ نہایت پست ہے، اردو کو تو گویا اس کانفرنس کی مجلس عزا بنا دیا گیا تھا،

ان کثیر مضمون نگارون مین مسلمانون کی تعداد صرف ۱۰ تھی، مسٹر عبد اللہ یوسف علی، حمید اللہ خان یوسف زئی
ڈاکٹر صدیقی، سید سبط الحسن، مولوی زبید احمد (الہ آباد یونیورسٹی)، سید اظہر علی (دہلی)، سید ضامن علی ایم اے (الہ آباد) جناب
حامد اللہ صاحب افسر بی اے، سید مقبول احمد صاحب (الہ آباد) مولوی عبد السلام صاحب ندوی، ہندوستان مین
ہم مسلمان عدالتون، اور محکمون مین اپنی مردم شماری کے مطابق، بلکہ "اپنی عالمگیر سیاسی اہمیت" کے باعث اس سے بھی
زیادہ کے طلبگار ہین، مگر کیا اس قسم کی علمی مجلسون مین ہماری نمایندگی بھی ایسی شان سے نہ ہونی چاہیے؟ غور کرنیکی بات ہے

دار المصنفین کی جدید مطبوعات مین **نفسیات ترغیب** نام ایک نئی کتاب کا اضافہ ہوا جسمین انسان کے
جذبات ترغیب و میلان کے اصول و وسائل پر نہایت دلچسپ و دلکش بحث کی گئی ہے، اس کے مولف مولوی
وہاج الدین صاحب پروفیسر نفسیات اورنگ آباد کالج دکن ہین، یہ دار المصنفین کے سلسلہ مطبوعات کا ستائیسوان حلقہ ہے

سیر الصحابہ کے سلسلہ مین انصار کرام رضی اللہ عنہم کے حالات و سوانح مین دو جلدین، صحابیات رض کی ایک جلد
عام صحابہ رض کی عملی زندگی کی تفسیر مین اسوۂ صحابہ کی دو جلدین شایع ہو چکی ہین، اب حضرات مہاجرین رضی اللہ عنہم کے
حالات و سوانح کی جلدین بھی مرتب ہو گئی ہین، ان جلدون کا کام مولوی حاجی معین الدین صاحب ندوی نے
شروع کیا تھا، وہ اُن کو تمام نہ کر سکے تھے کہ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی مین چلے گئے اور اب بانکی پور اورینٹل لائبریری
مین کتابدار ہین، حسب اتفاق کو بقیہ اجزا کی ترتیب و تالیف کیلیے بھی دار العلوم **ندوۃ العلماء** نے انھین کا ایک ہمنام
مولوی شاہ معین الدین صاحب ندوی کو پیدا کر دیا، وہ ایک سال سے برابر اُن کی تدوین و تکمیل مین مصروف تھے،
اب عشرۂ مبشرہ کے نام سے مہاجرین کی پہلی جلد طبع مین جائے گی،

سسلی جسکو اہل عرب صقلیہ کہتے ہین، اٹلی کا وہ حصہ ہے جہان مسلمانون نے مدتون فرمانروائی کی،

جہان اسلامی تمدن نے عروج حاصل کیا، جہان بیسیون مسلمان علماء و شعراء، ادیب و فاضل پیدا ہوئے، اب صدیون
سے یہ ملک اسلام سے اس طرح خالی ہے کہ گویا یہان کبھی اسلام کا سایہ بھی نہ پڑا تھا، لیکن تاریخ کے منتشر اوراق مین
اس کا وجود اب بھی باقی ہے، ضرورت تھی کہ اس ملک کی اسلامی تاریخ کا عبرتناک مرقع مسلمانون کے سامنے
پیش کر دیا جائے، اسی بنا پر دار المصنفین اسکی ایک مستند تاریخ کی ترتیب مین مصروف ہے، مولوی ریاست علی صاحب
ندوی رفیق دار المصنفین یہ کام انجام دے رہے ہین

دار المصنفین جیسی اہم علمی مجلس کیلیے کتبخانہ کی اہمیت جسقدر ہے وہ ظاہر ہے، خود دار المصنفین کتابون کی خریداری
پر تقریباً ایک ہزار روپے سال خرچ کرتا ہے، تاہم ان اوسون سے یہ پیاس نہین بجھ سکتی، ہمارے ناظرین مین شاید متعدد صاحب
ایسے ہون گے، جن کے پاس اُن کے بزرگون کا علمی اندوختہ بیکار پڑا ہوگا، کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ وہ اس علمی مجلس کے
خزانہ مین منتقل کر دیا جائے، تاکہ ملک و قوم اُس کے حقیقی فائدہ سے متمتع ہو سکے،

مرہٹی انسائیکلوپیڈیا کے فتنہ کو معارف ہی نے سب سے پہلے اُٹھایا، یہان تک کہ وہ ایک اسلامی تحریک
بن گیا، مگر یہ دیکھکر کس قدر افسوس ہوتا ہے کہ ہمارا کوئی کام بھی اختلاف و تفریق سے خالی نہین رہتا، بمبئی کے مسلمانون مین
اسکے متعلق کئی دو جماعتین بن گئی ہین، اور باہم رسالہ بازی تک نوبت پہنچ گئی ہے، یہان یہ ہو رہا، اُدھر انسائیکلوپیڈیا
کی اخیر جلد چھپکر ضمیمہ کا آخری سامان ہو رہا ہے، اور اُسی کے ساتھ گجراتی مین تمام و کمال اُسکے ترجمہ کی فکرین ہو رہی ہین،

مقالات

حجاز کے کتبخانے

(۲)

مکہ معظمہ کے کتبخانۂ حرم کی نایاب کتابون کی کوئی فہرست منتخب کرنے کی فرصت نہ مل سکی، کہ صبح سے شام تک موتمر کے جھمیلون مین رہنا پڑتا تھا، ہر روز ارادہ کرتا تھا کہ آج نہیں تو کل یہ کام کرلون گا، مگر ہر روز بر وزِ دگر افتاد، آخر روانگی کا دن آگیا، اور یہ کام نہ ہوسکا، مجھے افسوس ہے، لیکن الحمد للہ کہ مدینہ منورہ جاکر اسکی پوری تلافی ہوگئی،

مدینہ منورہ مین وسعت، انتظام، صفائی، باقاعدگی، حفاظت اور مختلف فنون کی کتابون کی حیثیت سے شیخ الاسلام عارف حکمت بے کا کتبخانہ بے نظیر ہے، یہ کتبخانہ مسجد نبوی سے متصل باب جبریل کے قریب قبلہ کی سمت مین واقع ہے، کتبخانہ کی عمارت جس زمین پر بنائی گئی ہے، وہ مکان حضرت جعفر صادقؓ کا ہے، اُسی سے متصل یعنی اسکے اور مسجد نبوی کے بیچ مین ایک مکان ہے، جو اب سبیل ہے، اُس پر دیار عشرہ مبشرہ لکھا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حضرات عشرہ مبشرہ کے گھر تھے، مگر یہ صحیح نہیں، یہ درحقیقت وہ مجلس تھی جہان حضرت عمرؓ صحابہ کو بلاکر شورے کیا کرتے تھے، اسی کتبخانہ کے بالمقابل حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا وہ گھر ہے، جسمین آنحضرت صلعم ہجرت کے موقع پر مہمان اُترے تھے،

کتبخانہ کی عمارت دو منزلہ ہے، مسجد نبوی کی سمت ایک وسیع کمرہ جو کتبخانہ کا اصل مقام ہے، اسی ایک کمرے مین تمام کتابین ہین، کتابین لکڑی کی الماریون مین ہین، الماریون مین شیشے لگے ہین، زمین پر قالین کا فرش ہے، بیچ مین ایک میز ہے، جس پر زمین کا ایک کرہ رکھا ہوا ہے، اسی کمرہ کی دوسری سمت مین دو کمرے ایک دوسرے کے بازو مین ہین، ان مین کتبخانہ کے ایک دو ملازم رہتے ہین،

کتبخانہ کے کمرہ کی باہر والی دیوار پر عربی فارسی ترکی کے مختلف قطعات اور رباعیان نہایت خوشخط وصلیون پر لکھی ہوئی آویزان ہین، قدیم ترکی سلطنت، حجاز ریلوے اور مسجد نبوی کے نقشے بھی آویزان ہین، قطعات مین بعض قطعے خود شیخ الاسلام عارف حکمت بے کے طبع زاد ہین، منجملہ ان عربی فارسی اور ترکی منظومات کے یہ دیکھکر کسقدر تعجب ہوا کہ ان مین ایک اُردو کی نعتیہ غزل بھی کاغذ پر خوشخط لکھی ہوئی، شیشہ مین جڑی ہوئی آویزان تھی، نیچے اُردو کے اس خوش نصیب شاعر کا نام دیکھکر اور بھی تعجب ہوا، کہ یہ دکن کا ہندو نام اور اسلام دل صوفی شاعر مہاراجہ کشن پرشاد شاد سابق مدار المہام دولت آصفیہ، تھے مطلع اور مقطع یہ ہے،

یہی کہتے ہین مدح خوانِ محمدؐ ۔۔۔ جو شانِ خدا ہے وہ شانِ محمدؐ

شفاعت تری شاد کیونکر نہوگی ۔۔۔ کہ دل سے ہے تو مدح خوانِ محمدؐ

یہ پوری غزل میرے روزنامہ مین لکھی ہوئی ہے،

کتبخانہ کے واقف عارف حکمت بے تیرھوین صدی کے مشہور ترک علما مین تھے، مدینہ منورہ مین قاضی ہوکر آئے تھے، ۱۲۷۰؁ھ مین اسکی بنیاد ڈالی، اُنھون نے یہ زمین خریدی، اُسپر یہ مختصر سی مگر نہایت صاف ستھری ہوئی عمارت بنوائی، کتابون کے بڑے شائق اور عاشق تھے، اپنی جائداد اور دولت کا بڑا حصہ اُنھون نے اُن پر صرف کیا اور معقول ذخیرہ فراہم کیا تھا، یہ کتابین اسی عمارت مین رکھین، پھر مقدونیہ اور ایشیائے کوچک مین اپنی جائداد اس کتبخانہ کی بقا و ترقی کے لیے وقف کی، اسی جائداد کی آمدنی اس کتبخانہ پر صرف ہوتی تھی، بلقان کی لڑائی کے بعد مقدونیہ وغیرہ کی جائداد ملکیت سے نکل گئی، پھر بھی ایشیائے کوچک کے منافع سے اب تک کام چل رہا تھا، عرب کی علٰحدگی کے بعد بھی ٹرکی کے صیغۂ اوقاف سے اسکی آمدنی برابر وصول ہوتی تھی، مگر اب دو سال سے جب سے انگورہ کی حکومت نے صیغۂ اوقاف کو صیغۂ مال مین داخل کر دیا ہے، یہ آمدنی موقوف ہے، کتبخانہ مین اس وقت ایک ناظر اعلیٰ شیخ عبد القادر حوار ہین، وہ اس وقت مدینہ منورہ مین نہ تھے، کہین سیر و سیاحت مین ہین، اُن کے نیچے شیخ ابراہیم حمدی خربوطلی ہین، یہی اس وقت اس کتبخانہ مین عملاً سب کام کر رہے ہین، ان کے نیچے عمر آفندی

ہین، یہ سب کے سب ترک ہین، یا ترکی النسل ہین، مکان کی صفائی، الماریون کی ترتیب، فہرست کی خوشخطی، ہر چیز سے ترکی خوش سلیقگی ظاہر ہوتی ہے،

اس کتبخانہ کا عربی حکومت سے نہ پہلے کوئی تعلق تھا اور نہ اب ہے، دو سال سے ترکی سے اسکی آمدنی بند ہے، سمجھ مین نہین آتا کہ یہ غیور ترک کس طرح فقر و فاقہ کے ساتھ شب و روز اپنے فرائض مین مشغول ہین، یہ کتبخانہ اس مرکزِ اسلام مین ترکون کی علمی قدردانی کی ایک زندہ یادگار ہے، انگورہ کی حکومت کو زیبا نہین کہ وہ اس یادگار کو اپنے تغافل سے مٹنے دے، ہم نے ترکی کے سفیرِ سفارت محمود ندیم بے سے جدہ مین یہ تحریک کی تھی کہ وہ حکومت کو متوجہ کرین کہ کتبخانہ کی آمدنی صیغہ مال سے اس کو بدستور ملتی رہے،

کتبخانہ مین عربی فارسی، ترکی، کی کتابین ہین، زیادہ تر حصہ عربی کتابون کا ہے، جلدون کی تعداد مجھے ستر ہزار بتائی گئی، ہر کتاب عمدہ جلد بندھی ہوئی، صاف ستھری اور خوشخط ہے، اکثر کتابین غیر مطبوعہ اور قلمی ہین، اور مختلف علوم و فنون سے متعلق ہین، اکثر کتابون کی زیارت کی، اور پوری فہرست استیعاب کے ساتھ دیکھی، ہر علم و فن مین مجکو جو نایاب کتابین معلوم ہوئین، اُن کے نام لکھ لیے،

علوم القرآن

۱- برہان القرآن لما فیہ من الحجۃ والبرہان للامام محمود بن حمزۃ الکرمانی،

۲- البرہان الکاشف عن اعجاز القرآن للامام عبدالواحد بن الخطیب زملکانی،

۳- تاویلات القرآن فی بیان اصول اہل السنۃ واصول التوحید للامام ابی منصور الماتریدی، جمع الشیخ علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی،

۴- التعریف والاعلام فیما ابہم فی القرآن من الاسماء والاعلام للشیخ عبدالرحمٰن بن الخطیب عبداللہ الخثعمی السہیلی،

۵- الجامع لاحکام القرآن للامام قرطبی (قرآن پاک کی جمع و ترتیب کی تاریخ، اور اس کے فضائل اور وجوہ اعجاز اور احکام فقہی پر مختصر بحث)

۶- الدر المصون فی علوم الکتاب المکنون للشیخ شہاب الدین احمد بن یوسف المعروف بالسمین (کشاف کی طرز کی ایک بے مثل ادبی و نحوی لغوی تفسیر جو میرے نزدیک بعض وجوہ سے زمخشری کی کشاف سے بہتر ہے)

۷- رسالۃ فی اعجاز القرآن للعلامہ قاسم بن فیرۃ الشاطبی،

۸- رسالہ فی اعجاز القرآن للامام المطرزی،

۹- قید الاوابد من الفوائد والعوائد والزوائد مما یتعلق بالقرآن المجید للعلامہ عبدالملک بن حسین العصامی (مصنف کے ہاتھ کا)

۱۰- القول الصحیح فی تعیین الذبیح، لتقی الدین السبکی،

۱۱- مشکل اعراب القرآن و ذکر عللہ وصعبہ ونادرہ للشیخ محمد مکی بن ابی طالب حموش الاندلسی النحوی (۴۳۸ھ کا لکھا ہوا نسخہ)

۱۲- مشکلات القرآن لمحمد بن حمید التوقانی (مصنف کے ہاتھ کا ۶۶۶ھ کا لکھا ہوا نسخہ)

۱۳- معانی الآیات المتشابہات الی الآیات المحکمات للشیخ ابی عبداللہ محمد شمس الدین المعروف بابن البناء (ابن اللبان المصری کی ایک کتاب حافظ وہبہ نے اس موضوع پر قسطنطنیہ سے شائع کی تھی)

۱۴- ملاک التاویل بذوی الالحاد والتعطیل،

۱۵- الناسخ والمنسوخ للشیخ ہبۃ اللہ بن سلامۃ بن علی المقری النحوی،

۱۶- نفائس المرجان فی جمیع قصص القرآن للعلامہ صفی الدین الموصلی،

۱۷- مجموعہ کلام الشافعی فی احکام القرآن للامام ابی بکر البیہقی،

۱۸- مختصر من کلام المتعمد المقیم فی علوم القرآن للامام ابن الجوزی،

۲- کتبِ حدیث

۱۹- تسہیل السبیل الی کشف الالباس عما دار من الاحادیث بین الناس للعلامہ محمد غرس الدین الخلیلی المدنی،

۲۰ - تصحیح عمدۃ الاحکام عن سید الانام للامام تقی الدین عبد الغنی المقدسی الحنبلی للشیخ بدر الدین محمد الزرکشی،

۲۱ - تصحیفات المحدثین للحافظ ابی احمد الحسن بن عبد اللہ العسکری،

۲۲ - تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ عن الاخبار الشنیعۃ الموضوعۃ للشیخ علی بن محمد بن عراق الکنانی،

۲۳ - تنویر الحوالک علی موطا امام مالک للسیوطی،

۲۴ - الجمع بین الصحیحین للحمیدی،

۲۵ - جمع الفوائد مجمع الزوائد من جامع الاصول للامام محمد بن سلیمان المغربی (الجزء الاول الی الغزوات)

۲۶ - الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج للسیوطی،

۲۷ - فتح المتعال فی مدح النعال للحافظ احمد بن محمد المقری التلمسانی،

۲۸ - فضل الخیل للامام شرف الدین عبد المومن الدمیاطی،

۲۹ - کتاب الزہد الکبیر للامام ابی بکر احمد بن الحسین البیہقی (۶۲۶ھ کا نسخہ)

۳۰ - کتاب الیقین لابی بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی الدنیا القرشی،

۳۱ - الکواکب الدراری فی شرح صحیح البخاری للکرمانی،

۳۲ - مسند الفردوس للحافظ زین الدین شہردار بن شیرویہ الدیلمی،

۳۳ - مصباح الزجاجہ علی سنن ابن ماجہ للسیوطی،

۳۴ - معجم حافظ احمد بن محمد الاصفہانی السلفی،

۳۵ - ملخص موطا الامام مالک للعلامہ ابی الحسن علی بن محمد بن خلف القابسی المعافری،

۳۶ - ما ورد فی حیاۃ الانبیاء بعد وفاتہم علیہم السلام لابی بکر البیہقی،

۳۷ - نجاح القاری فی شرح صحیح البخاری لمحمد یوسف زادہ،

۳۸ - وسیلۃ الطالب الی نیل المطالب للعلامہ یحیی بن ابی بکر الحنفی،

۳- توحید و عقائد

۳۹ - الارشاد فی عقائد اہل السنۃ من العباد للامام الحرمین،

۴۰ - اسرار التنزیل وانوار التاویل للرازی،

۴۱ - انوار القوامیہ فی الاسرار الکلامیہ للرازی،

۴۲ - اثبات عذاب القبر لابی بکر البیہقی،

۴۳ - التنبیہ علی الاسباب التی اوجبت الاختلاف بین المسلمین فی آرائہم و مذاہبہم لابی محمد عبد اللہ بن السید البطلیوسی

۴۴ - الفریدۃ الشمسیۃ للعلامۃ الآمدی،

۴۵ - التجرید فی کلمۃ التوحید للامام احمد الغزالی،

۴۶ - رسالۃ فی علم اللہ تعالی للآمدی (۴ ورق)

۴۷ - رسالۃ فی علم التوحید للامام محمد بن حسن بن فورک (۲۱ ورق)

۴۸ - شرح عقیدۃ الامام الطحاوی للعلامہ عمر بن اسحاق الہندی (۸۴۶ھ کا نسخہ) ہندوستان کے لیے قابل فخر اور قدیم یادگار چیز ہوگی،

۴۹ - شرح عقیدۃ الامام ابی منصور الماتریدی للسبکی (۱۲ ورق)

۴- کتب مغازی و سیر

۵۰ - الفیۃ السیر النبویہ للحافظ عبد الرحیم العراقی،

۵۱ - خیر البشر بخیر البشر للشیخ محمد بن ظفر الصقلی، (مصنف سسلی کا باشندہ تھا)

۵۲ - سبل الہدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد و اعلام نبوتہ و احوالہ فی المبدء والمعاد للعلامہ یوسف الدمشقی الصالحی جزو ۲

۵۳ - عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر لابن سید الناس،

۵۴ - نور النبراس علی سیرۃ ابن سید الناس للعلامہ برہان الدین ابراہیم بن محمد بن خلیل سبط ابن العجمی،

۵۔ اصولِ حدیث و رجال و متعلقاتِ حدیث

۵۵۔ معرفۃ علوم الحدیث للامام محمد بن عبد اللہ الحاکم النیسابوری،

۵۶۔ التقصی فی معرفۃ شیوخ الامام مالک لابن عبد البر،

۵۷۔ اختصار علوم الحدیث للحافظ عماد الدین ابن کثیر،

۵۸۔ ذکر اسماء من اتفق البخاری و مسلم علی تصحیح الروایۃ عنہ من الصحابۃ للحافظ ابی الفتح محمد بن ابی الفوارس،

۵۹۔ شواہد التوضیح و التصحیح لمشکلات الجامع الصحیح للبخاری للحافظ ابی عبد اللہ بن مالک الطائی،

۶۰۔ منتخب الاسماء والانساب والکنی والالقاب للحافظ الذہبی،

۶۱۔ مقدمۃ الکاشف المصطلح عن حقائق السنن للامام الطیبی،

۶۲۔ النکت علی ابن الصلاح لبدر الدین الزرکشی،

۶۳۔ الہدایۃ والارشاد فی معرفۃ الثقۃ والسداد الذین اخرج لہم البخاری فی جامعہ للشیخ احمد الکلاباذی،

۶۴۔ معجم شیوخ البخاری و مسلم و ابی داؤد والترمذی والنسائی والقزوینی،

۶۵۔ التقریب والتیسیر لمعرفۃ سنن البشیر النذیر للامام النووی،

۶۔ تاریخ و اخبار

۶۶۔ انباء الغمر بابناء العمر للحافظ ابن حجر العسقلانی،

۶۷۔ انباء نجباء الابناء لمحمد بن ظفر الصقلی (مصنف سسلی کا باشندہ عالم تھا)

۶۸۔ اخبار المستفید باخبار خالد بن الولید شیخ الاسلام رضی الدین بن محمد حنبلی،

۶۹۔ البدر الطالع من الضوء اللامع لاہل القرآن التاسع احمد بن محمد بن عبد السلام تلمیذ امام سخاوی،

۷۰۔ تاریخ ابی الحارث ایبک من ملوک الہند حسن نظامی نیشاپوری (اسمین ابو المظفر محمد بن سام کا ذکر ہے)،

۷۱۔ تاریخ مدینۃ اصفہان للحافظ احمد بن عبد اللہ الاصبہانی،

۷۲۔ تاریخ جزری لشمس الدین محمد الجزری،

۷۳۔ تاریخ امام البقاعی (۸۵۶ھ سے ۸۷۰ھ تک کے واقعات پر مشتمل)

۷۴۔ تاریخ سلاطین گجرات از سلطنت ظفر خان تا سلطنت محمود خان،

۷۵۔ تحفۃ الکبار فی اسفار البحار حاجی خلیفہ چلپی (ترکون کے بحری فتوحات کی تاریخ)

۷۶۔ تفریج الہموم و تغریق الغموم فی الرحلۃ الی بلاد الروم لمصطفیٰ ابن کمال الدین البکیری الخلوتی (۱۱۳۵ھ کا سفرنامہ ہے)

۷۷۔ التعریف بما انست الہجرۃ من معالم دار الہجرۃ للمطری (مدینہ منورہ کی مستند تاریخ)،

۷۸۔ تاریخ دولۃ الاکراد الایوبیہ

۷۹۔ تیمور نامہ ہاتفی،

۸۰۔ رحلۃ العلامہ عیاشی لابی سالم عبد اللہ بن ابی بکر العیاش المغربی (۱۰۷۳ھ کا سفرنامہ مراکش سے عرب تک)

۸۱۔ رسالہ فی من نسب الی امہ من الشعراء لمحمد بن حبیب بروایۃ عثمان بن جنی،

۸۲۔ کتاب الاصنام لابی المنذر ہشام بن محمد الکلبی (طبع کے بعد بھی نہین ملتی)

۸۳۔ الزہر والضرب فی تاریخ حلب لمحمد بن ابراہیم بن الحنبلی الحنفی،

۸۴۔ رسالۃ ایمان العرب لابی اسحاق ابراہیم بن عبد اللہ النجری (یہ رسالہ اب مطبعہ سلفیہ مصر مین چھپ گیا ہے)

۸۵۔ سفارت نامۂ چین (سلطان سلیم بن بایزید کے عہدِ حکومت مین فارسی مین لکھی گئی)

۸۶۔ سکردان السلطان لابی العباس احمد بن یحییٰ التلمسانی الشہیر بابن ابی حجلۃ الدمشقی،

۸۷۔ سیاحت نامہ للعلامہ محمد خلیل بن محمد السرہندی الاحمدی الفاروقی (فارسی مین اس ہندوستانی عالم نے بانیِ کتبخانہ احمد عارف بے کے لیے لکھی، اس مین لاہور اور کل پنجاب کا مختصر حال ہے)،

۸۸۔ سیر البلاد لخادم العظیم آبادی (پٹنہ کے ایک عالم امام بخش خادم نے ۱۲۳۵ھ مین ایران، عراق و جزائر و

عرب کا سفرنامہ لکھا، اس میں مؤلف کے اُردو کلام کا نمونہ بھی ہے،

۸۹- سیر الملوک، منسوب بہ نظام الملک وزیر سلجوق،

۹۰- سنی الوفاۃ من بدء الہجرۃ الی آخر القرن العاشر لابی الفلاح عبدالحی بن احمد بن محمد العکبری الصالحی المعروف بابن العماد الحنبلی،

۹۱- شذرات الذہب فی اخبار من ذہب فی التراجم، احمد بن علی الحسینی الفاسی المکی

۹۲- شفاء الغرام باخبار البلد الحرام لتقی الدین محمد بن احمد بن [illegible]

۹۳- صفوۃ الزمان فی من تولی علی مصر من امیر و سلطان للعلامہ مصطفی الصفدی العطاری الشافعی،

۹۴- ضوء القبس فی مناقب ابی حنیفۃ والشافعی واحمد و مالک بن انس،

۹۵- الطالع السعید الجامع لاسماء النجباء الصعید لابی الفضل جعفر بن ثعلب الادفوی،

۹۶- طبقات الحکماء لمحمد بن الخطیب الزوزنی،

۹۷- طبقات الشافعیۃ الصغری للسبکی،

۹۸- طبقات الشافعیہ لابن قاضی شہبۃ الاسدی

۹۹- طبقات الشافعیہ لابی الحسن الاسنوی،

۱۰۰- طبقات الشعراء لمحمد بن سلام الجمحی (شعرائے عرب کے حال میں سب سے پہلی کتاب یورپ میں چھپ چکی ہے اور اب مصر میں بھی چھپ گئی ہے، مگر نسخہ بہت پُرانا اور لائقِ اعتماد ہے)

۱۰۱- طبقات القراء للقاسم بن فیرۃ الشاطبی،

۱۰۲- طبقات المفسرین " ،

۱۰۳- طبقات المحدثین و طبقات علماء الوضع و طبقات المؤرخین و طبقات علماء الاصول (چند اوراق میں مختصر رسالہ)

۱۰۴- ظفرنامہ فی وقائع امیر تیمور (فارسی)،

۱۰۵- عجائب المخلوقات و غرائب الموجودات و اخبار الامم الماضیۃ و القرون الخالیۃ عمر بن احمد الشہیر بالوردی [illegible] نقلہ من الکتب،

۱۰۶- العقد المذہب فی طبقات حملۃ المذہب لابی حفص عمر بن علی الاندلسی الشہیر بابن الملقن المصری،

۱۰۷- عقود [illegible] الاعیان لابن خلکان للامام الزرکشی، عقود الجمان و تذییل وفیات

۱۰۸- التنبیہات لابی اسحاق [illegible] ۱۰۸ فتوح مصر لمحمد بن اسحاق الاموی

۱۰۹- الفہرست [illegible] (یورپ میں چھپ چکی ہے مگر رجوع و اعتماد کیلئے اس کا ذکر کر دیا ہے)،

۱۱۰- [illegible] السخاوی لعز ضوء السخاوی (مختصر الضوء اللامع) لزین الدین عمر بن احمد الاثری الحلبی،

۱۱۱- قرۃ العیون فی اخبار الیمن المیمون لعبدالرحمن بن علی الشیبانی الشہیر بالربیع الزبیدی،

۱۱۲- قلائد عقود الدرر والعقیان فی مناقب الامام ابی حنیفۃ النعمان لابی القاسم بن عبدالعلیم الحنفی الیمنی،

۱۱۳- کفایۃ المحتاج لمعرفۃ من لیس فی الدیباج لاحمد بابا بن احمد التنبکتی،

۱۱۴- الکواکب السائرہ بمناقب اعیان المائۃ العاشرۃ لنجم الدین محمد بن بدرالدین الغزی العامری القرشی الدمشقی،

۱۱۵- الکواکب الدریۃ فی السیرۃ النوریۃ (سلطان نورالدین شہید کی سوانحعمری)،

۱۱۶- کتاب اسماء الصحابہ لابی حاتم محمد بن حبان،

۱۱۷- کتاب الزیارات لابی بکر بن علی الہروی (مصنف نے جن مقامات کی زیارت کی اُن کا حال)،

۱۱۸- اللباب فی معرفۃ الانساب لابن الاثیر الشیبانی (سمعانی کا خلاصہ)

۱۱۹- لالہ استان فی تراجم المشائخ للعلامۃ البہاری (؟)

۱۲۰- لب التواریخ (فارسی) للامیر یحیی بن عبداللطیف القزوینی،

۱۲۱- مجموعۃ تواریخ ملوک الفرس لابی شجاع بن ملک شاہ،

۱۲۲- مطلع السعدین ومجمع البحرین فی وقائع وحوادث سنہ [illegible] لکمال الدین عبدالرزاق بن جلال الدین السمرقندی (جز آخر)

۱۲۳- مختصر ریاض النفوس فی طبقات فقہاء مدینۃ القیروان وافریقیۃ وما یلیہا للشیخ ابی بکر عبداللہ بن محمد المالکی، للعلامہ یحیی بن ابراہیم المالکی،

۱۲۴- محذرات القصور فی تاریخ اہل العصور لابن القطری البحری المصری،

۱۲۵- النجم فی اختیار طوک النجم لفضل اللہ بن عبداللہ،

۱۲۶- الذیل علی الروضتین فی اخبار الدولتین لابی محمد عبدالرحمن بن اسماعیل الشہیر بابی شام المقدسی،

۱۲۷- مرآۃ الممالک للسید علی کاتبی رومی (سفرنامہ)

۱۲۸- المرقاۃ الوفیۃ فی طبقات الحنفیہ للمجد الفیروزآبادی،

۱۲۹- المستجاد من فعالات الاجواد لابی محسن بن علی التنوخی،

۱۳۰- معجم المشائخ للسید مرتضی زبیدی (بلگرامی) بخط مؤلف،

۱۳۱- مناقب الامام الاعظم لمحمد بن محمد الکردری،

۱۳۲- منتخب الدرر الکامنۃ للحافظ السیوطی،

۱۳۳- منتخب طبقات الشافعیہ لابن الصلاح لابی زکریا یحیی بن شرف النحوی،

۱۳۴- المنتخب من المؤتلف والمختلف فی اسماء الشعراء والقابہم للشیخ الآمدی لابراہیم احمدی،

۱۳۵- نزہۃ المشتاق فی علماء العراق لابی البرکات محمد الرجبی

۱۳۶- ہفت اقلیم امین رازی،

۱۳۷- ہفت کشور فخر الدین بن الیسری الہروی آمیری

۱۳۸- وصایائے نظام الملک الوزیر

۶- کتب ادب و دواوین

۱۳۹- اجوبۃ عن الاعتراضات فی شرح شعر المعری لابی محمد عبداللہ بن السید البطلیوسی،

۱۴۰- الایضاح شرح مقامات الحریری لابی الفتح ناصر بن ابی المکارم عبداللہ المطرزی،

۱۴۱- الاعتبال بما فی شعر ابی العتاہیۃ من الامثال للشیخ یوسف بن عبداللہ النمیری القرطبی ابن عبدالبر،

۱۴۲- تسلیۃ الفواد فی قصائد آزاد بلگرامی،

۱۴۳- التشبیہات لابی اسحاق البغدادی المکی (کس چیز کو کس چیز سے تشبیہ دی جاتی ہے) سنہ [illegible] کا نسخہ،

۱۴۴- ترجمۃ المتنبی لابی منصور الثعالبی،

۱۴۵- التدلی فی التسلی ״

۱۴۶- التحسین والتقبیح ״

۱۴۷- جزء فیہ ما وجد من کلام ابن الخشاب استدرا کا علی الحریری فی مقاماتہ للشیخ عبداللہ احمد بن الخشاب البغدادی

۱۴۸- جملۃ من شرح المفضلیات،

۱۴۹- حدائق السحر فی دقائق الشعر لرشید الدین الوطواط (فارسی)

۱۵۰- دمیۃ القصر وعصرۃ اہل العصر لعلی بن الحسن الباخرزی،

۱۵۱- الدیوان الثامن لآزاد البلگرامی (سات دیوان ہندوستان میں ہیں)

۱۵۲- دیباچہ شرح الحماسہ لاحمد المرزوقی الاصبہانی،

۱۵۳- رسالۃ الصاحب بن عباد فی مساوی شعر المتنبی،

۱۵۴- رسالۃ وقصائد لابی عثمان الجاحظ،

۱۵۵- شرح ارجوزۃ ابی نواس لابی الفتح عثمان بن جنی،

۱۵۶- شرح دیوان ابی تمام لابی بکر محمد بن یحیی الصولی،

۱۵۷- شرح دیوان ابی فراس الحمانی،

۱۵۸- الشرح المختصر علی الحماسہ للخطیب التبریزی،

۱۵۹- شرح دیوان روبۃ بن العجاج،

۱۶۰- شرح دیوان زہیر لاحمد بن یحییٰ بن زید ثعلب النحوی،

۱۶۱- شرح دیوان المتنبی لابی العباس احمد بن علی بن یعقوب الازدی المہلبی،

۱۶۲- شرح مختارات المتنبی کلاہما للمعری المسمی با عجاز احمد

۱۶۳- شرح المعلقات السبع لابی جعفر احمد بن محمد بن اسماعیل المعروف بابن النحاس،

۱۶۴- شرح المعلقات السبع للخطیب التبریزی،

۱۶۵- شرح مقامات الحریری لابی البقاء العکبری،

۱۶۶- شرح مقصورۃ ابن درید لمحمد بن احمد السبتی المعروف بابن ہشام اللخمی،

۱۶۷- شرح بعض دیوان ابی فراس الحمدانی لابن خالویہ،

۱۶۸- ضرام السقط فی شرح سقط الزند للقاسم بن الحسین الخوارزمی صدر الافاضل،

۱۶۹- عنوان المرقصات والمطربات لنور الدین علی بن موسیٰ الوزیر الغرناطی الاندلسی،

۱۷۰- فرائد الخرائد فی الامثال والحکم لابی یعقوب یوسف بن طاہر النحوی تلمیذ المیدانی ہذب کتاب استاذہ،

۱۷۱- الفلک الدائر علی المثل السائر فی ادب الکاتب والشاعر لابی المعالی القاسم بن ہبۃ اللہ المعروف بابی حدید المدائنی،

۱۷۲- کتاب الخیل لابی عبیدۃ معمر بن المثنی التیمی، نہایت عتیق نسخہ،

۱۷۳- کتاب المبہج فی اسماء شعراء الحماسہ لابی الفتح عثمان بن جنی (اسمیں شعراء کے حالات نہیں بلکہ شعرائے حماسہ کے ناموں کے اشتقاقات اور معانی لکھے ہیں۔)

۱۷۴- الملتقط من شرح شعر المتنبی لابی الحسن الواحدی للامام محمود بن عمر الزمخشری،

۱۷۵- شرح لامیۃ العجم لابن الانباری،

۱۷۶- مناظرات الوطواط مع الزمخشری (ایک ورق)

۱۷۷- مختارات الحماسہ للشیخ محمد الحلبی،

۱۷۸- مختارات المتنبی لہ،

۱۷۹- النجدیات الف بیت فی النسیب لمحمد بن ابی العباس احمد الابیوردی،

۱۸۰- نزول الغیث وہو اعتراضات ومناقشات مع الصفدی فی شرحہ علی لامیۃ العجم للعلامہ بدر الدین محمد بن ابی بکر المخزومی الدمیاطی،

۱۸۱- نصرۃ الثائر علی المثل السائر للعلامہ صلاح الدین الصفدی،

۱۸۲- امالی ہبۃ اللہ السنجری (جزآن)

کتبخانہ میں قدامت کے اعتبار سے جسکی تاریخ معلوم ہے سب سے پرانی کتاب غالباً حضرت ابن عباس رض کی روایات تفسیر جو تفسیر ابن عباس کے نام سے چھپی ہوئی ملتی ہے، انکے آخری چند اوراق ہیں یہ سورۂ فلق اور الناس وغیرہ آخری سورتیں ہیں ختم پر اسکی کتابت کی تاریخ سہ شنبہ ۱۲ رجب ۴۱۹ھ مرقوم ہے، یہ ہرن کی کھال کے کاغذ پر لکھی ہے، ہرن کی کھال کو استعداد بتلا اور چکنا کیا گیا ہو کر ٹھوس کاغذ معلوم ہوتا ہے، قرآن مجید کا ایک چھوٹی تقطیع کا نسخہ ہے جو پورا شترمرغ کی کھال کے کاغذ پر ہے ابتدائی اوراق ضائع ہو گئے ہیں تو وہ ہرن کی کھال پر لکھکر لگا دیے گئے ہیں، شترمرغ کی کھال کا کاغذ نہایت باریک ہے، اُس کا خط کوفی ہے اور اعراب شاید نقطوں سے بھی خالی ہے کسی نے بعد کو سیاہی سے اعراب اور نقطے لگا کر اسکی خوبی کو برباد کیا ہے، سالِ تاریخ اسپر نہیں ہے مگر کسی نے پہلے صفحہ پر لکھدیا ہے کہ بخط عثمان رض یہ صحیح ہو یا نہو مگر اعراب اور نقطوں کے نہونے کے سبب سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعراب اور نقطوں کی ایجاد کے پہلے لکھا گیا ہوا عراب اور نقطے حجاج کے زمانہ میں لگائے گئے ہیں، ابوہلال عسکری کی کتاب الاوائل کا نسخہ ۴۹۵ھ کا لکھا ہوا ہے، ابن ابی عون اسحاق بغدادی کی کتاب التشبیہات ۵۰۰ھ کی ہے اسی طرح محمد بن سلام الجمحی المتوفی ۲۳۱ھ کی طبقات الشعراء کا نسخہ بھی نہایت پُرانا ہے۔

(باقی)

تنقیدِ مستدرک پر ایک نظر

از

مولانا سیّد ہاشم صاحب ندوی رکن دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن

مستدرک کے مطبوعہ نسخہ پر جو تنقید پہلے شائع کی گئی تھی اس کے جواب مین یہ تحریر آئی ہے، یہ خوشی کی بات ہے کہ ناقد اور مجیب دونون ایک ہی درسگاہ کے تعلیم یافتہ اور شاید اکثر ایک ہی اساتذہ کے فیض یافتہ اور یقیناً باہم دوست بھی ہین، اس لیے یہ سوال وجواب محض علم کی خاطر ہے، کوئی اور چیز اسکی محرک نہین۔ علوم عربیہ کے متعلق بحث وتحقیق کا سلسلہ تو انقلابِ زمانہ نے بند کردیا ہے، حالانکہ ابھی کچھ ہی عرصہ گذرا ہے کہ نواب صدیق حسن خان مرحوم اور مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی کی دادِ بحث وتحقیق سے ہندوستان پر شور تھا،

آن قدح بشکست وآن ساقی نماند

اُردو کا کوئی اور رسالہ تو شاید ان مباحث کے بارگران کا تحمل بھی نہوتا، اور کہدیتا کہ ان مولویانہ جھگڑون کے لیے ہمارے اوراق مین جگہ نہین، مگر گران جان معارف کیا عذر کرسکتا ہے کہ یہ تو مولویون ہی کا پرچہ ہے اور آئے دن اس کے لیے اپنے معصرون کا طعنہ سنا کرتا ہے، اور خوش ہوتا ہے،

اس تنقید اور اس جواب کے متعلق محاکمہ اربابِ نظر کا فرض ہے، ناقدِ مضمون اسکا جواب الجواب لکھ رہے ہین لیکن مناسب یہ ہے کہ اس سلسلہ کو اب بند کردیا جائے، اور یہ جواب الجواب نسخ کے طور پر مجیب کی خدمت مین بھیجدیا جائے کہ مقصود اصلاح وتحقیق ہے، جدال ومکابرہ نہین،

(معارف)

جولائی ۲۲ء کے رسالہ معارف مین "مستدرک حاکم کا مطبوعہ نسخہ" کے عنوان سے مولانا ابوالجلال صاحب ندوی کا ایک بسیط مضمون شایع ہوا ہے، جسمین مولانا موصوف نے تصحیح پر تنقید کرتے ہوے کارکنانِ دائرۃ المعارف کو

چند مشورے دیے ہین۔

اس سے قبل کہ ان مشورون پر کسی قسم کی راے زنی کی جاے، یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تنقید کے ان سامحات کو بیان کردیا جائے، جن سے طبقہ علما مین ایک مغالطہ پیدا ہوجانے کا اندیشہ ہے کیونکہ ناقد نے تمام علمار کو اس کا مشورہ دیا ہے کہ وہ اس تنقید سے مطبوعہ مستدرک کی تصحیح کرلین، اس مضمون سے میرا اس تنقید کا جواب دینا مقصود نہین بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ آیندہ سے جو اصحاب کسی کتاب پر تنقید کرین وہ اپنی ذمہ داری کا پورا احساس کرلینے کے بعد قلم اُٹھایا کرین تاکہ دوسرون کو اس کے جواب لکھنے کی زحمت نہ اُٹھانی پڑے،

(۱) ناقد صاحب ضروری حواشی کے عنوان سے تحریر فرماتے ہین :۔

"حاکم کی بعض حدیثون کی بعینہ حاکم کے رجال اور حاکم کی اسناد سے بعض دیگر ائمہ حدیث نے بھی تخریج کی ہے جن مین بعض بعض الفاظ کا فرق پایا جاتا ہے، ضروری تھا کہ ان احادیث پر حاشیہ دیکر فروق ظاہر کردیے جاتے، کیونکہ ممکن ہے کہ یہ فروق محض ناسخینِ مستدرک کے تساہل کا نتیجہ ہون، ذیل مین ہم اس قسم کی صرف دو مثالین پیش کرتے ہین۔

(۱) ص ۷، جلد اول مین زید بن ارقم والی حدیث کو شعبۃ اور اعمش کی سند سے جن اسطون سے حاکم نے نقل کیا ہے بعینہ انھین اسطون سے مسند احمد مین بھی منقول ہے مگر فرق ہے۔

مستدرک	مسند
من مائۃ الف جزء	من مائۃ الف او من سبعین الفاً
ثمان مائۃ او تسع مائۃ	ثمانمائۃ او سبع مائۃ"

ناقد کی یہ مثال اس موقع پر صحیح نہین، شعبۃ اور اعمش کی حدیث مین مستدرک اور مسند مین جو فرق ہے وہ ناسخین کے تساہل سے نہین ہے بلکہ دراصل روایت کا اختلاف ہے، چنانچہ حاکم نے اسی مقام پر شیخین کی

عدم تخریج کی علت بیان کی ہے

لکنہما ترکاہ للخلاف الذی فی متنہ بین العدد شیخین نے اس حدیث کو اختلافِ عدد کی وجہ سے چھوڑ دیا،

امام ذہبی نے بھی اس جملہ کو تلخیص میں نقل کیا ہے، اب یہ کہنا کہ الفاظ کا یہ فرق ناسخین کے تساہل کی بنا پر ہو، ناقد کی غلط فہمی ہے، اور کیا جب حدیث کے الفاظ میں روایت کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو تو اختلافات کا درج کرنا مصحح کے فرائض میں ہے؟ اور خصوصاً اس وقت جبکہ الفاظ کا اختلاف اس حدیث کی خصوصیت میں داخل ہو، مثلاً سواک کی حدیث میں شیخین "لامرتھم" کا لفظ لائے ہیں اور بیہقی اور مستدرک میں "لفرضت علیھم" کا لفظ ہے کیا اس فرق کو حاشیہ میں بتانا ضروری ہے؟

مثال ثانی میں ناقد نے صلوۃ الحاجۃ کی دعا کو ترمذی سے نقل کرکے بتایا ہے کہ مستدرک اور ترمذی کی سند ایک ہے، اس لئے حاشیہ میں ترمذی کی زیادہ عبارت کو ڈال دینا چاہیے،

حالانکہ دونوں کی سند ایک نہیں ہے، ترمذی میں فائد سے عبد اللہ بن بکر روایت کرتے ہیں اور مستدرک میں مسلم بن ابراہیم روایت کرتے ہیں،

(۲) ناقد صاحب فرماتے ہیں:-

"مستدرک میں بعض ایسے رواۃ بھی نظر آتے ہیں جن کے متعلق مستدرک میں توثیق کے الفاظ ملتے ہیں مگر انہیں کے متعلق خود حاکم کا قول کتب رجال میں کچھ اور ہے، مثلاً جلد اول صفحہ ، میں ایک حدیث یونس بن ابی اسحاق سے مروی ہے، یونس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے، اس حدیث کی حاکم نے تصحیح کی ہے، یونس کے متعلق لکھا ہے کہ شیخین نے حجاج بن محمد اور یونس دونوں سے احتجاج کیا ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ ان دو رواۃ کے علاوہ اسناد کے اور ارکان پر کسی قسم کی بحث کی گنجائش نہیں ہے، یونس بن ابی اسحاق کے باپ کا نام عبد اللہ بن میسرہ تھا، ان کی ایک کنیت ابو احمد تھی، تہذیب التہذیب میں اُن کے متعلق خود حاکم کا قول منقول ہے کہ ان کی حدیث ٹھیک نہیں ہوتی، ایسے موقع پر حاشیہ دینا ضروری تھا"

اس مثال میں ناقد صاحب سے چند لغزشیں ہوگئی ہیں:-

(۱) ناقد صاحب کا یہ دعویٰ کہ حاکم نے یونس کے متعلق لکھا ہے کہ شیخین نے ان سے احتجاج کیا ہے صحیح نہیں ہے، حاکم نے صرف مسلم کے احتجاج کا ذکر کیا ہے صفحہ ، جلد اول کی عبارت یہ ہے۔

قد احتجا جمیعا بابی جحیفۃ واتفقا علی ابی اسحاق واحتجا جمیعا بالحجاج بن محمد واحتج مسلم بیونس بن ابی اسحاق،

(ب) ناقد صاحب کا یہ کہنا کہ یونس بن ابی اسحاق کے باپ کا نام عبد اللہ بن میسرہ ہے صحیح نہیں ہے، تہذیب جلد ۱۱ ص ۴۳۳ میں یونس بن ابی اسحاق کے باپ کا نام عمرو بن عبد اللہ الہمدانی لکھا ہوا ہے جن کی کنیت ابو اسحاق ہے، یہ ابو اسحاق سبیعی ہیں جو حضرت علیؓ اور ابو جحیفہ سے روایت کرتے ہیں، دیکھو تہذیب عمرو بن عبد اللہ الہمدانی؛

(ج) عبد اللہ بن میسرہ جس کے متعلق ناقد صاحب نے لکھا ہے کہ یونس کے باپ ہیں ایک دوسرے شخص ہیں جن کی کنیت بھی ابو اسحاق ہے اور اُن کی دوسری کنیت ابو عبد الجلیل ہے، ان سے ہشیم روایت کرتے ہیں دیکھو تہذیب عبد اللہ بن میسرہ،

(د) ناقد صاحب کو نہ معلوم کس کتاب سے یہ پتہ چلا کہ عبد اللہ بن میسرہ کی کنیت ابو احمد بھی تھی، رجال کی کتابوں میں اس کنیت کا وجود نہیں ہے۔

(ہ) ناقد صاحب نے تہذیب سے عبد اللہ بن میسرہ کے متعلق جن سے اس سند سے کوئی تعلق نہیں ہے، حاکم صاحب مستدرک کا یہ قول "کہ ان کی حدیث ٹھیک نہیں ہوتی" نقل کیا ہے، اور یہ اعتراض کیا ہے کہ ایک جگہ پر حاکم نے اُن پر جرح کی ہے اور مستدرک میں اُن کی توثیق کی ہے؛

حیرت معلوم ہوتی ہے کہ مستدرک کا ناقد ابو احمد الحاکم اور ابو عبد اللہ الحاکم کے فرق کو نہیں جانتا ہے حاکم کے لقب سے دو شخص مشہور ہیں، ایک ابو احمد محمد بن محمد الحافظ ہیں اور دوسرے محمد بن عبد اللہ ابو عبد اللہ الحافظ ہیں، اول الذکر کو الحاکم الکبیر کے لقب سے یاد کرتے ہیں جیسا کہ تذکرۃ الحفاظ جلد سوم میں لکھا ہے، اُن کی مشہور کتاب

کتاب الکنی ہے، ان کی وفات ۳۷۸ھ میں ہوئی اور صاحب مستدرک نے اُن سے روایت بھی کی ہے، اور
ثانی الذکر محمد بن عبد اللہ الحاکم کی مشہور تصنیف مستدرک ہے، اُن کی وفات ۴۰۵ھ میں ہوئی۔ عبد اللہ بن میسرہ
کے متعلق حاکم کا جو قول تہذیب سے ناقد نے نقل کیا ہے، وہ یہ ہے:-

قال الحاکم ابو احمد لیس حدیثہ بمستقیم

ناقد نے اس جگہ پر حاکم اور ابو احمد کو دو شخص بتایا ہے، یہ ابو احمد الحاکم کا قول ہے، عبد اللہ بن میسرہ
کی تضعیف کے متعلق اس قسم کی عبارت کتاب الکنی میں بھی ہے، دیکھو کتاب الکنی جلد ۲ صفحہ ۹۲،

(و) معلوم ہوتا ہے کہ ناقد صاحب نے مستدرک کا مطالعہ غور سے نہیں کیا ہے، اگر مستدرک کی
ذیل کی عبارت اُن کے پیش نظر ہوتی تو نہ ابو اسحاق کو عبد اللہ بن میسرہ بتانے کی ضرورت ہوتی اور نہ
حاکم اور ابو احمد کو دو مستقل شخص بتانے کی حاجت ہوتی اور نہ حاکم کے قول میں اختلاف بیان کرنے کا دعوی کرتے

"قد احتجا جمیعا بابی جحیفہ واتفقا علی ابی اسحق"

جس ابو اسحق کے متعلق حاکم یہ کہتے ہوں کہ شیخین نے اُن پر اتفاق کیا ہے کس طرح یقین کیا جاسکتا
ہے کہ اسی کے متعلق حاکم کا یہ قول ہے کہ "حدیثہ لیس بمستقیم"، صرف اسی اختلاف پر اگر غور فرماتے، تو متعدد
لغزشیں نہ ہوتیں۔

(۳) ناقد صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

"حاکم نے بعض حدیثیں ایسی بھی نقل کی ہیں جن کو وہ شیخین میں کسی ایک کی شرط پر بتاتے ہیں، حالانکہ
حاکم کے بنائے ہوئے اصول کے ماتحت شیخین کیا خود مستدرک کی شرط کے خلاف ہوتی ہیں، مثلاً صفحہ جلد اول میں
حاکم نے حبیب بن الشہید کی حدیث کو شیخین کی شرط پر قرار دیا ہے، (حاکم) فرماتے ہیں کہ شیخین نے اس حدیث
کی تخریج صرف اس لیے نہیں کی کہ اُنکے خیال میں ہصان سے صرف حمید بن ہلال نے روایت کی ہے
حالانکہ ابن ابی حاتم نے اس کا ذکر کیا ہے کہ ہصان سے قرہ بن خالد نے بھی روایت کی ہے"

آگے چل کر لکھتے ہیں:-

"حالانکہ ان کے (شیخین) کے اصول بموجب ہصان کو معروف تابعی ہونا چاہیے، حمید بن ہلال
کو ثقہ اور مامون ہونا چاہیے، اسناد ہصان تک صحیح ہونی چاہیے"

اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہصان تابعی معروف نہیں ہیں، حمید بن ہلال صرف ابن سیرین کے قول کی بنا پر
ثقہ نہیں ہیں، اور حبیب بن الشہید شرط صحیح سے کمتر ہیں، تعجب ہے کہ مستدرک کا ناقد ائمہ رجال کے تمام اقوال کو
چھوڑ کر صرف ایک شخص کی رائے پر فیصلہ کر دیتا ہے، اور دوسروں کو اس قسم کے فیصلے کرنے کی ہدایت کرتا ہے،

(۱) سب سے پہلے ہصان بن کاہن کے مجہول ہونے کا دعوی کیا ہے، حالانکہ ہصان حضرت عبد الرحمن
بن سمرہؓ، حضرت ابو موسیٰؓ اور حضرت عائشہؓ تین جلیل القدر صحابیوں سے روایت کرتے ہیں اور اُن سے
اسود بن عبد الرحمن، حمید بن ہلال، اور بقول حاکم قرہ بن خالد روایت کرتے ہیں (دیکھو تہذیب جلد ۱۱ - اصابہ جلد ۳)
اگر ابن مدینی نے اُن کو کسی سبب سے رجل مجہول لکھا ہے تو اسی کے ساتھ ابن حبان نے ان کی توثیق
کی ہے اور اپنی صحیح میں اُن کی حدیث کو اسود بن عبد الرحمن کی روایت سے لیا ہے، امام ذہبی نے اس مقام پر
تلخیص میں یہ لکھا ہے،

"قلت ہصان وثقہ ابن حبان"

اس سے ظاہر ہے کہ ہصان کی توثیق ابن حبان کے علاوہ امام ذہبی نے بھی کی ہے،

(ب) دوسرا دعوی حمید بن ہلال کے غیر ثقہ اور غیر مامون ہونیکا ہے، یہ بھی یک طرفہ فیصلہ ہے، ان کی ابن معین
ابن عدی، ابن حبان، نسائی، العجلی، ابن سعد، اور ابو ہلال الراسبی سب کے سب توثیق کرتے ہیں، قطان کا ایک
قول اُن کے متعلق یہ ہے:-

قال القطان کان ابن سیرین لا یرضاہ قال ابن ابی حاتم لانہ دخل فی عمل السلطان
وکان فی الحدیث ثقۃ (تہذیب جلد ۳)

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ ابن سیرین کا جو قول تہذیب کے ناقد نے نقل کیا ہے وہ دیگر ائمہ کے نزدیک قابل حجت نہیں ہے، "لانہ دخل فی عمل السلطان" کا فقرہ بتا رہا ہے کہ ابن سیرین کی ناراضگی کی وجہ کیا ہے؛

(ج) ہصان کے شاگردوں میں حمید کے علاوہ اسود بن عبدالرحمٰن اور قرہ بن خالد بھی ہیں، اسود بن عبدالرحمٰن کے متعلق ابن حبان نے تاریخ میں توثیق کی ہے اور اسی کی روایت اپنی صحیح میں درج کی ہے، اور قرہ بن خالد کی ثقاہت پر تمام ائمۂ فن کا اتفاق ہے۔ (دیکھو تہذیب جلد ۸)

پس چونکہ ہصان سے حمید بن ہلال، اسود بن عبدالرحمٰن اور قرہ بن خالد کی روایت ثابت ہے اور تینوں ثقہ ہیں۔ اس لیے حاکم کا علی شرط الشیخین کا دعویٰ بالکل صحیح ہے۔ اور ہصان کی مجہولیت دفع ہو جاتی ہے،

(د) تیسرا دعویٰ یہ ہے کہ اسناد ہصان تک صحیح نہیں ہے، ناقد نے اُس کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا، امام ذہبی کی توثیق کے بعد اسناد کے غیر صحیح ہونے پر بلا دلیل کیونکر یقین کر لیا جائے۔

(۴) اسکے بعد ناقد صاحب فرماتے ہیں:-

"اور جن ضعیف رواۃ سے حاکم نے دو ایک جگہ روایت کی ہے انکی حاشیہ دینے سے ایسے رواۃ کا درجہ ظاہر کرنا ضروری تھا جن پر کچھ الزام ہے، اور حاکم نے بکثرت انکی روایتیں قبول کی ہیں"

اگر یہ اعتراض اسی حد تک رہتا تو بہت اچھا تھا لیکن آگے چلکر ناقد صاحب نے جو مثال دی ہے اس سے اس اعتراض کا اہمال ثابت ہوتا ہے فرماتے ہیں:-

"مثلاً حماد بن سلمہ عن ثابت کی روایتوں کو اکثر حاکم نے شرط مسلم پر بنایا ہے لیکن حماد وہی بزرگ ہیں جن کی حدیث "رائیت ربی فی احسن صورۃ" کی دار قطنی نے تخریج کی ہے، اور لکھا ہے کہ یہ حماد کی منکر ترین روایت ہے، امام بخاری اُن کو قابل احتجاج نہیں سمجھتے اس پر ابن حبان کو سخت اعتراض ہے۔"

"اس مقام پر بھی ناقد نے ایک قول سے حماد کی تمام فضیلت کا خاتمہ کر دیا ہے، حماد بن سلمہ کو علامہ

ابن قیسرانی نے کتاب الجمع بین رجال الصحیحین میں داخل کیا ہے اور یہ لکھا ہے کہ امام بخاری اُن کی حدیث کو شاہد کے ساتھ قبول کرتے ہیں، استشہاد کے متعلق علامہ بیہقی نے جو توجیہ کی ہے وہ بالکل صحیح ہے۔

قال البیہقی ھو احد ائمۃ المسلمین الا انہ لما کبر ساء حفظہ ولذا ترکہ البخاری واما مسلم فاجتہد واخرج من حدیثہ عن ثابت ما سمع منہ قبل تغیرہ وما سوی حدیثہ عن ثابت لا یبلغ اثنی عشر حدیثا اخرجھا فی الشواھد (تہذیب جلد ۳)

حماد بن سلمہ کی ابن معین، ابن مدینی، عجلی، حاکم، اور بیہقی نے توثیق کی ہے، اُن کے لیے ابن حجر کا یہ جملہ کافی ہے،

واجماع ائمۃ اہل النقل علی ثقتہ وامانتہ

ایک روایت یہ بھی ہے کہ امام بخاری نے ان کی ایک حدیث ثابت کی روایت سے لی ہے تغیر اور سوء حفظ کی علت تو بہت سے محدثین میں پیدا ہو گئی تھی پھر بھی شیخین نے اُن کی حدیث لی ہے مثلاً سفیان اور شعبہ کی حدیثیں بخاری اور مسلم میں موجود ہیں، ان دونوں کے تغیر حفظ کے متعلق ابن حبان کا یہ قول کافی ہے؛

ولم ینصف من جانب حدیثہ واحتج فی کتابہ بابی بکر بن عیاش فان کان ترکہ ایاہ لما کان یخطی فغیرہ من اقرانہ مثل الثوری وشعبۃ کانوا یخطئون

امام بخاری کی تخریج کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے جسکو ابن حجر نے نقل کیا ہے۔

ان بعض الکذبۃ ادخل فی حدیثہ ما لیس منہ لم یخرج عنہ البخاری معتمدا علیہ بل استشہد بہ فی مواضع لیبین انہ ثقۃ

الحاصل جب مسلم نے حماد عن ثابت کی روایت کی تخریج کی ہے تو پھر یہ اعتراض ناقد کا کیونکر صحیح ہے کہ حاکم کا دعویٰ علی شرط (م) غلط ہے، مثلاً تحویل قبلہ کی حدیث کو مسلم نے حماد عن ثابت سے لیا ہے، دیکھو

مسلم جلد اول صفحہ ۳

مذکورۂ بالا بیان سے یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ حاکم کا دعوی علی شرط (م) صحیح ہے، اور دار قطنی کی یہ روایت ممکن ہے کہ سوء حفظ کے بعد کی ہو یا ان احادیث مین سے ہو جن کو لوگون نے حماد کی طرف منسوب کر دیا ہے،

(۵) ایک جگہ پر تلخیص اور مستدرک کے اختلافات کا ذکر کرتے ہوے ناقد صاحب لکھتے ہین:-

"کہ ذہبی نے محمد بن سابق کی حدیث کے بعد لکھا ہے کہ حدثنا محمد بن اسحق الفقیہ انا محمد بن غالب ثنا محمد بن اسحاق تفرد بہ اسرائیل' یہ عبارت ہمکو مستدرک مین نہین ملتی، حالانکہ یہ قول ذہبی کا اپنا قول نہین ہو سکتا، کیونکہ محمد بن اسحاق حاکم کے شیخ تھے محض اسقدر عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث شیخین کی شرط پر نہین ہے، یہ مستدرک کے خلاف ہے، قیاس یہ چاہتا تھا کہ اکثر ما یمکن کہ سے پہلے مستدرک کے پیش نظر نسخون سے ذہبی کی نقل کی ہوئی عبارت اور تلخیص سے تفرد بہ اسرائیل کے بعد مستدرک کی موجودہ عبارت کا محض ساقط ہو گیا ہے"،

اس جگہ پر بھی ناقد صاحب سے کئی غلطیان ہوئی ہین۔

(۱) حاکم کی اسناد اس جگہ پر محمد بن اسحاق نہین ہے بلکہ ابوبکر احمد بن اسحاق ہے، دیکھو مستدرک صفحہ ۱۲ جلد اول؛

(ب) یہ دعوی کہ دونون کتابون سے عبارت ساقط ہے غلط فہمی ہے، اصل شکل اسکی یہ ہے کہ حاکم کی روایت کا ذہبی نے خلاصہ لیا ہے، کبھی کبھی محدثین ایسا کرتے ہین کہ حدیث کی اسناد کا آخری حصہ پہلے بیان کر دیتے ہین اور ابتدائی حصہ بعد کو بیان کرتے ہین یہان پر مستدرک کی عبارت یہ ہے:-

حدثنا ابوبکر احمد بن اسحاق بن ایوب الفقیہ ثنا محمد بن غالب حدثنا محمد بن سابق ثنا اسرائیل ثنا الاعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی فلا ینکر لہ التفرد عنہ

(عن اسرائیل) بھذا الحدیث،

اس حدیث کو تلخیص مین امام ذہبی نے اس طرح لیا ہے:-

محمد بن سابق ثنا اسرائیل عن الاعمش عن ابراھیم عن علقمۃ عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لیس المومن بالطعان ولا اللعان ولا الفاحش ولا البذی (حدثناہ) احمد بن اسحاق الفقیہ انا محمد بن غالب ثنا محمد بن سابق تفرد بہ اسرائیل'

تلخیص کی طباعت مین صریح غلطی یہ ہو گئی ہے کہ (حدثناہ) کی سطر کو علحدہ کر دیا ہے، جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے کہ یہ حدیث ہی دوسری ہے۔

جس طریقہ پر ذہبی نے اس حدیث کو لیا ہے بعینہ اسی طرح امام بیہقی اکثر بیان کرتے ہین مثلاً ایک حدیث کی تخریج اس طرح کی ہے، اس مثال سے یہ معلوم ہوگا کہ سند کی تقدیم و تاخیر محدثین کا ایک تفنن طبع ہے۔

"وقال سعید بن جبیر عن قتادۃ [illegible] علی بالتراب (اخبرناہ) ابوبکر بن الحارث انا علی بن عمر الحافظ ثنا ابوبکر النیسابوری ثنا ابراھیم بن ھانی ثنا محمد بن بکار ثنا سعید بن بشیر الخ"

(ج) یہان پر یہ غلط فہمی ایک اور سبب سے بھی ہوئی ہے، ناقد صاحب کا خیال یہ ہے کہ چونکہ یہ حدیث شرط شیخین پر نہین ہے، اس لیے تلخیص مین اس قسم کی عبارت ہونی چاہیے، جو شرط شیخین کے نہ ہونے پر دال ہو، حالانکہ امام ذہبی کا طریقہ یہ ہے کہ جب کسی حدیث کے متعلق امام حاکم علی شرط الشیخین لکھ دیتے ہین اور اس کے بعد وہ خود شیخین کی عدم تخریج کی وجہ بیان کرتے ہین تو بعینہ اسی وجہ کو اُسی عبارت امام ذہبی نقل کر دیتے ہین اور کبھی اس کا خلاصہ اور کبھی مطلب کے مطابق صرف ایک جملہ نقل کر دیتے ہین، اُن کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ جو توجیہ حاکم نے کی ہے وہ صحیح ہے، اس مقام پر حاکم کے محاکمہ کی عبارت یہ ہے:-

"ھذا الحدیث صحیح علی شرط الشیخین فقد احتجا بھؤلاء الرواۃ عن آخرھم ثم لم یخرجاہ واکثر ما یمکن ان یقال فیہ انہ لا یوجد عند اصحاب الاعمش واسمٰعیل بن یونس السبیعی کبیرھم ومسندھم وقد شارک الاعمش فی جماعۃ من شیوخہ فلا ینکر لہ التفرد عنہ بھذا الحدیث"

اس پوری عبارت کی جگہ پر تلخیص میں صرف "تفرد بہ اسرائیل" نقل کر دیا ہے جس سے مطلب کی طرف اشارہ ہوتا ہے،

اسی کی ایک مثال صفحہ ۱۶ جلد اوّل پر ہے:-

حاکم نے محاکمہ کی چار سطر کی عبارت لکھی ہے اسپر ذہبی کی عبارت صرف اتنی ہے،

"قلت الی آخرھا قال لم یخرجا الاسامی لتفرد الولید بھا ولیس ذا بعلۃ فالولید اوثق واحفظ من ابی الیمان وعلی بن عیاش"

پس ناقد کے اصول کے مطابق جہاں جہاں تلخیص میں مستدرک سے عبارت کم ہے وہاں بیاض چھوڑ کر پُر کر دینا چاہیے، بلا کسی دلیل کے دعوی کرنا کہ یہ عبارت اس کتاب سے ساقط ہو گئی ہے علما کی شان سے بعید ہے،

اسی کے ذیل میں ایک دوسرے اعتراض میں بھی یہی تسامح ہوا ہے۔ فرماتے ہیں:-

"تلخیص صفحہ ۱۷۔ خولف فیہ ہشیم" حالانکہ مستدرک میں ہے "وقد خولف فیہ ہشیم بن بشیر فی ہذا الاسناد وخلافا لا یضر الحدیث بل یزیدہ تاکیداً" بتانا چاہیے کہ غالباً تلخیص سے خلافاً یزیدہ تاکیداً ساقط ہو گیا ہے"

ناقد صاحب اگر مستدرک کا پورا مطالعہ فرماتے تو یہ اعتراض نہ کرتے تلخیص مستدرک کی تلخیص ہے اور اس میں حاکم کے رواۃ پر نقد و جرح ہے، مستدرک کی پوری عبارتوں کا لینا امام ذہبی کے فرائض میں نہیں ہے اگر کسی جگہ پر پوری عبارت لے لی ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جہاں جہاں چھوڑ دیا ہے، اُس کو مستدرک کے حوالہ سے پُر کر دیا جائے،

مثلاً صفحہ ۹۸ جلد اول مستدرک میں ہے،

"ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ بھذا اللفظ وقد ذکرت فیما تقدم من خطبۃ عمر بالجابیہ وانما لم یخرجاہ وھذا بغیر ذلک اللفظ ایضاً"

اس کے نیچے تلخیص میں حدیث کے بعد صرف "علی شرطھما" ناقد کے نقطۂ نظر سے یہاں پر بھی تلخیص سے مستدرک کی عبارت ساقط ہو گئی ہے۔

(۷) ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"جن احادیث کو حاکم صحیحین میں سے کسی ایک کی شرط پر بتاتے ہیں اور اُس کے اکثر رجال رجال صحیحین ہوتے ہیں ذہبی ان احادیث کو دو تین نام اوپر سے شروع کرتے ہیں، جدید متن اور رجال شیخین کے علاوہ دوسرے رجال کی سند سے مروی احادیث کو علامہ ذہبی نے اکثر پوری اسناد کے ساتھ شروع کیا ہے یعنی حاکم کے شیخ کے نام سے ابتدا کرتے ہیں"

اس دعوی کی ناقد نے کوئی صحیح دلیل نہیں پیش کی البتہ مثال میں یہ پیش کیا کہ تلخیص صفحہ ۴ میں حاکم کے شیخ جعفر بن محمد کا نام چھوٹ گیا ہے، اس سے کوئی کلیہ نہیں بنایا جا سکتا کہ امام ذہبی جب پوری سند لاتے ہیں تو وہ شرط شیخین پر نہیں ہوتی۔ اور جب نصف سند کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے اُن کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ شرط شیخین پر ہے، مثال کے طور پر صفحہ ۳۰ جلد اول کی حدیث پیش ہے اسکی سند بھی پوری ہے اور اسکو علی شرط (م) لکھا ہے؛

حدثنا الاصم انبأنا العباس بن الولید اخبرنی ابی سمعت الاوزاعی حدثنی ابو کثیر الزبیدی عن ابیہ وکان یجالس اباذر الخ

اسکے آخر میں امام ذہبی لکھتے ہیں علی شرط (م) ابو کثیر یزید بن عبد الرحمٰن (م) یہی دعوی امام حاکم کا بھی ہے ناقد کے اصول کے مطابق ذہبی کو پوری سند کے ساتھ یہ حدیث نہ لینی چاہیے کیونکہ یہ شرط مسلم پر صحیح ہے؛

(۸) ناقد صاحب فرماتے ہیں۔

"حاکم نے جن جن احادیث کو محمد بن جعفر القطیعی عن عبداللہ بن احمد بن حنبل عن ابیہ کے واسطے سے نقل کیا ہے۔ تلخیص میں عموماً ان کو "رفی سند احمد" کے لفظوں سے شروع کیا گیا ہے' ان مواقع پر بتانا چاہیے کہ تلخیص کے نسخوں میں یہی الفاظ ہیں' اور یہ بھی بتانا چاہیئے کہ حاکم نے کہیں مسند احمد کا حوالہ بھی دیا ہے۔ یا نہیں' کیونکہ مستدرک میں مسند کا ذکر سند کی اہمیت کو تقویت پہنچاتا ہے "۔

اس پوری عبارت کا مطلب خود ناقد صاحب سمجھ سکتے ہیں، جن مقامات پر تلخیص میں مسند امام احمد کا ذکر ہے' وہاں پر یہ لکھنے یا حاشیہ دینے کی کیا ضرورت ہے کہ "تلخیص میں یہی الفاظ ہیں" اس قسم کے حواشی اس وقت دیے جاتے ہیں، جبکہ حوالہ صحیح نہ ہو یا اُس کے حوالہ پر شبہ ہو، اس طرح جن مقامات پر حاکم نے احمد بن حنبل سے روایت کی ہے وہاں پر مسند کے حوالہ کی بھی ضرورت نہیں ہے،

ناقد صاحب فرماتے ہیں کہ مستدرک میں مسند کا ذکر اہمیتِ سند پر دال ہے۔ مسند ہی پر کیا موقوف ہے اور دوسری حدیث کی کتابوں کا ذکر کیا اہمیت پر دال نہ ہوگا۔ کیا مستدرک سند سے زیادہ قابل وثوق کتاب ہے کہ اس کے حوالے سے سند کی اہمیت بڑھ جائے گی۔

محدثین اکثر اسناد کا نام لے لیتے ہیں اور اسکی کتاب کا ذکر ضروری نہیں سمجھتے،

(۹) ناقد صاحب لکھتے ہیں' ص ۴۸ جلد اول میں "ان اللہ کریم یحب الکرم" کو حجاج بن القمری اور احمد بن یونس دو اسنادوں سے بیان کیا ہے۔ حاکم نے احمد بن یونس کی حدیث کو صحیح کہا ہے' اور ان پر کوئی جرح نہیں کی ہے۔ اور ابن القمری کی توثیق کی ہے: برخلاف اس کے تلخیص میں حجاج بن القمری کے متعلق کوئی کلام نہیں کیا ہے، احمد بن یونس کے متعلق تلخیص میں ہے تفرد بہ یونس[۱]،

حدیث میں ناقد نے لسان المیزان کی عبارت نقل کر کے حجاج بن القمری کو منکر الحدیث بتایا ہے، اس جگہ پر

[۱] تلخیص میں تفرد احمد بن یونس ہے۔ تصحیح فرمایئے،

بھی ناقد نے بلا غور و خوض کے صرف ایک قول پر فیصلہ کر دیا ہے،

اصل یہ ہے کہ حجاج بن سلیمان القمری اور حجاج بن سلیمان الرعینی کے متعلق یہ اختلاف ہے کہ آیا یہ دو آدمی ہیں یا ایک ہی، لسان المیزان میں ابن حجر نے دونوں کو الگ لکھا ہے، گو یہ بھی لکھا ہے کہ ابن عدی نے اُن کو ایک ہی شخص بتایا ہے۔ مگر فیصلہ نہ ہو سکا۔ اگر یہ دو آدمی ہوں تو مورد الزام رعینی ہیں اور ابن القمری بری الذمہ ہیں۔ اور اگر یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جائے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں تو ان کے متعلق ابن جوزی نے کتاب الضعفا میں یہ لکھا ہے'

قال ابن عدی اذا روی (ای حجاج بن سلیمان) عن غیر ابن لھیعہ

فاحادیثہ مستقیمۃ فلعل المنکر من ابن لھیعہ

لسان المیزان سے جو عبارت ناقد نے نقل کی ہے اُسی کے متصل ابن القمری کے متعلق توثیق بھی ہے ابن حبان نے اُن کو ثقات میں داخل کیا ہے اور یہ لکھا ہے'

یعتبر حدیثہ اذا روی عن الثقات

دار قطنی نے بھی اُن کی حدیث کو لیا ہے،

اس مقام پر مستدرک میں ابن القمری، ابو غسان المدنی سے روایت کرتے ہیں جن کے متعلق احمد' ابو حاتم' جوزجانی' یعقوب بن شیبہ ثقہ کہتے ہیں' اور ابن معین (شیخ ثقۃ ثبت) کہتے ہیں' ابن حبان نے ان کو ثقات میں داخل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو تہذیب جلد ۹)

جب ابن القمری کے استاد ثقہ ثابت ہوئے تو اُن کی یہ روایت ابن عدی اور ابن حبان کے قول کے مطابق یقیناً مقبول ہوگی، اس بنا پر ذہبی نے اس جگہ پر سکوت اختیار کیا ہے' ورنہ جس شخص کی تمام احادیث بقول ابو زرعہ منکر ہیں امام ذہبی ایسا ماہر فن اسکی حدیث پر سکوت اختیار کرے خصوصاً ایسی جگہ پر جہاں پر حاکم نے ابن القمری کو ثقہ مامون کہا ہو،

ناقد صاحب نے صرف ایک ہی پہلو نمایان کیا ہے حالانکہ دوسرا پہلو زیادہ قوی ہے کیونکہ ایک ابوزرعہ کے قول کی بناپر ابن حبان، ابن جوزی، ابن عدی، حاکم اور دارقطنی کے اقوال کو پسِ پشت ڈالنا دیانت کے خلاف ہے،

اختلافِ مستدرک اور تلخیص کے متعلق فرماتے ہین،

(۱۰) "ص ۶۰ عمرو بن یونس کی حدیث کو حاکم نے شرط شیخین پر بنایا ہے تلخیص مین علیٰ شرط م ہے۔ اس قسم کے اختلافات کا باقی رکھنا بہت ضروری ہے۔ تاکہ دونون نسخون کے اختلافات کا علم ہر طالبعلم کو ہو۔ یہان پر بہت ممکن ہے کہ حاکم کے دعویٰ کا بطلان مقصود ہو امام ذہبی کے نزدیک علے شرط الشیخین نہ ہو بلکہ علی شرط مسلم ہو۔ اس لحاظ سے یہ تنقید صحیح ہوگی،

(۱۱) پھر لکھتے ہین، "ص ۲۸ کی ایک حدیث کے متعلق تلخیص مین ہے"

ساقه من طريق ضعيف وسقط نصف السند من النسخة"

حاشیہ پر بتانا چاہیے کہ یہ نصف سند ہمارے پیش نظر نسخون سے ساقط نہین"

ناقد صاحب نے کتاب پر اس قدر سرسری نظر ڈالی ہے کہ ان کو عبارتون کے تطابق کا بھی خیال نہین رہا ذہبی کی یہ عبارت جس موقع کے لیے ہے۔ دراصل مستدرک مین اس جگہ پر بیاض ہے۔ دیکھو صفحہ ۲۸

وله شاهد من حديث اسماعيل بن عياش حدثناه علي بن حمشاد ثنا ابو جكين

بن ماسويه ثنا احمد ثنا محمد بن يونس ثنا عبد الله   عن ابي امامة الخ

مستدرک کے حاشیہ پر اس جگہ پر "بیاض فی الاصل" لکھا ہوا ہے۔ پھر بھی ناقد صاحب فرماتے ہین کہ یہ لکھنا چاہیے۔ کہ یہ نصف سند ہمارے پیش نظر نسخون سے ساقط نہین ہے،

(باقی)

اُمرائے اسلام کے حالاتِ حج

از طالب العلم مقیم مکہ معظمہ

(۲)

ملکہ موصل سنہ ۳۶۶ھ مین ملکہ موصل جمیلہ خاتون بنت ناصر الدولہ نے حج کیا، دس ہزار اونٹون کا قافلہ ہمراہ تھا، ایک ہزار بچھڑے (عجول) بھی ساتھ تھے، راستہ مین درماندہ غریب مسکینون کو سوار کرنے کے لیے پانچسو اونٹ ساتھ رکھے تھے ایک وضع اور ایک رنگ کی چارسو محملین ہمراہ تھین۔ کسی کو یہ پتہ نہین چلتا تھا کہ خود ملکہ کس محمل مین سوار ہین؟ شاید اس خیال سے کہ مکہ مین سبزی ترکاری نایاب ہوا اپنے ساتھ لکڑی کے گملون مین ترکاریان بوکر لائی تھین۔ یہ خاتون خیرات و رفاہ عام کے کامون مین شہرۂ آفاق تھین، مکہ پہونچکر جب پہلی بار کعبہ کا شامیانہ کیا تو کعبہ پر دس ہزار دینار نثار کیے، جب تک کہ مین قیام رہا حرم شریف مین اُن کی طرف سے شمع عنبری روشن ہوا کرتی تھی، حرمین شریفین مین خاندان علویہ کے جسقدر نا کتخدا مرد و زن تھے سب کی شادیان کرادین، مکہ مین تین سو غلام اور دو سو لونڈیان آزاد کین، حرمین کے کل فقرا و مجاورین کو خیرات و انعامات سے مالامال کر دیا بہت سے لوگون کو خلعت عنایت کیے، عرفات مین ستو اور شربت مین برف ڈالکر عام سبیل کی، برف کا ذخیرہ اپنے ساتھ لائی تھین، اس سفر مبارک مین اُن کے پندرہ لاکھ دینار خرچ ہوے تھے   (افادة الانام)

شاہِ عدن سنہ ۷۹ھ مین شاہِ عدن (الامیر عثمان بن علی الزنجیلی) نے حج کیا، یہ بڑا ظالم بادشاہ تھا، عدن مین جسقدر مال ہندوستان سے آتا تھا سب پر قبضہ کرلیا کرتا تھا، اس طرح اس کے پاس خزانۂ قارون جمع ہوگیا تھا، مگر آخر کار اُسکی سرکوبی کے لیے خدا تعالے نے الامیر سیف الاسلام کو مسلط کیا، جنگ مین اس کو شکست ہوئی اور یہ فرار ہو کر مع اپنے ملازمین کے مکہ کی طرف خشکی سے روانہ ہوگیا، جواہرات کا صندوقچہ اور کچھ قیمتی سامان جو

اُسنے اپنے ہمراہ لے لیا تھا وہ تو مکہ پہونچ گیا باقی سامان (جو بے شمار تھا) دریائی راستے سے بھیجا تھا، الاسلام کی جنگی کشتیون نے لوٹ لیا۔ مکہ مین اُس نے چند نیک کام کیے تھے، ممکن ہے کہ وہ کفارۂ گناہ ہو جائین،

(۱) حرم کے قریب باب العمرہ پر ایک مدرسہ تعمیر کرا کے احناف پر وقف کیا (۲) مدرسہ کے سامنے ایک رباط بنوائی (۳) اس سال جمعہ کا حج تھا (جسکو عام لوگ اکبری حج کہتے ہین) حاجی اس کثرت سے آئے تھے کہ بقول علامہ ابن فہد اُس سے قبل کبھی اتنا مجمع عرفات مین نہ ہوا تھا، خراسان سے بہت بڑا قافلہ آیا تھا، جسمین تین بیگمات بھی تھین (۱) دختر امیر مسعود (۲) والدۂ حاکم موصل (۳) دختر حاکم اصفہان، اس زمانہ مین مکہ اور عرفات کے مابین راہزن بدوؤن کا بہت زور تھا اُن کے ڈر سے لوگ ۸ ذی الحجہ کو منی مین بھی نہ ٹھہرے اور سیدھے عرفات جانے لگے، امیر موصوف (شاہ عدن) کو جب یہ حال معلوم ہوا تو اپنے مسلح غلامون اور ہمراہیون کو لیکر آگے بڑھا اور مزدلفہ و عرفات کے درمیان جو درۂ کوہ ہے (جہان لٹیرون کا زور تھا) وہان اپنا خیمہ نصب کر دیا اور پہاڑون پر اپنے آدمی چڑھا دیے تاکہ کوئی لٹیرا قریب نہ آسکے، اس طرح تمام حاجی بخیریت عرفات پہونچ گئے اور امیر موصوف کو دعائین دینے لگے (اتحاف ابن فہد)

المعظم ملک الشام ۶۱۱ھ مین الملک المعظم عیسیٰ بن عادل الایوبی حج کو آئے، فقرائے حجاج کو سواری اور زادِ راہ عنایت کیا، حرمین شریفین مین بیشمار خیرات کی، حج مسنون طریقہ پر ادا کیا، اکثر امرائے حج سے قبل کی سُنّت شب باشی منی کو ترک کر دیا کرتے تھے، مگر وہ نوین شب کو منی ہی مین رہے، دسوین کی صبح کو عرفات گئے، شاہ موصوف نے عرفات کے حوض وغیرہ بھی درست کرائے، شاہ موصوف امیر مدینہ سے بہت خوش اور امیر مکہ قتادہ سے ناخوش گئے، امیر مدینہ نے بہت خدمت کی تھی اور امیر مکہ نے معمولی سی۔ اسی وجہ سے بعد مین جب ان دونون مین خانہ جنگی ہوئی تو معظم نے امیر مدینہ کی مدد کی تھی (اتحاف ابن فہد)

المظفر شاہ یمن ۶۵۹ھ مین شاہ یمن (ابو المظفر) نے حج کیا، جب یہ مکہ کے قریب پہونچے تو امیر مکہ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے کہ اُن کی مظفر سے پہلے سے بگڑی ہوئی تھی مظفر کی فوج کا قیام گاہ، حجون مین تھا، یہ نماز

پنجگانہ حرم مین ادا کیا کرتے تھے، کعبہ شریف کو اندر سے دھلوایا تو خود بھی اس خدمت مین شریک ہوئے، کعبہ کا نیا دروازہ اور قفل بنوایا، کعبہ پر سونا چاندی نثار کیا، کعبہ کے اندر کا غلاف خلفاء عباسیہ کے بعد سے بدلا نہ گیا تھا، مظفر نے نیا پردہ چڑھایا۔

اہل مکہ کو خیرات و انعامات سے مالامال کر دیا، جو لوگ خود نہ مانگتے تھے ان کے گھرون مین زر نقد و پارچہ جات بھجوائے، حج کے دس روز بعد تک مکہ مین رہے پھر یمن چلے گئے، اُن کے جانے کے چار روز بعد امیر مکہ شہر مین آگئے[1]،

الملک الظاہر بیبرس شاہ مصر ۶۶۷ھ مین شاہ مصر ملک ظاہر بیبرس نے حج کیا، اس حج کا سبب یہ ہوا کہ امیر مکہ شریف ابونمی نے بیبرس کو ایک گستاخانہ خط بھیجا تھا جسمین یہ بھی لکھا تھا کہ "مین تم سے ڈرتا نہیں ہون اور تم کبھی یہان آؤ گے تو تم کو قدر عافیت معلوم ہو جائیگی لیکن ابلق گھوڑون پر سوار ہو کر آنا"

سلطان بیبرس نے اسی غرض سے کہ شریف مکہ کو خبر نہ ہو اپنا ارادۂ حج مخفی رکھا تھا کسی کو اتنی جرأت نہ تھی کہ یہ کہہ سکے کہ سلطان کا امسال حج کا ارادہ ہے ایک شخص نے اس کا چرچا کیا تھا تو اس کی زبان کٹوا دی گئی تھی، سلطان مذکور پانچوین شوال کو قاہرہ سے شکار کے نام سے نکلے، صرف بعض امراء اور چند سپاہی اور تین سو غلام ساتھ تھے، یکم ذیقعدہ کو بمقام (الکرک) پہونچے وہان سے سفر حجاز کا انتظام کیا، منزل بمنزل پہلے ہی سے خیمے اور سامان، اونٹ گھوڑے بھیجدیے تھے، ہر منزل پر سواریان بدلی جاتی تھین یعنی جس منزل پر یہ قافلہ پہونچتا وہان تازہ دم اونٹ اور گھوڑے تیار رہتے تھے، ۲۵ ذی القعدہ کو مدینہ منورہ پہونچے، اور وہان چند روز قیام کر کے مکہ کو روانہ ہوئے اور ۸ ذی الحجہ کو مکہ اس وقت پہونچے جبکہ اکثر حاجی حج کو جا چکے تھے، صرف امیر مکہ باقی تھے اُن کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ سلطان بیبرس آرہے ہین، جب یہ خبر آئی کہ کوئی رئیس شہر کے قریب آگیا ہے تو وہ استقبال کے لیے باہر نکلے دیکھا کہ سب ابلق سوار ہین اور احرام باندھے

[1] اتحاف طبری۔

ہوئے ہیں، یہ دیکھکر بہت تعجب سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو، ترک ہو یا عراقی یا ایرانی، سلطان بیبرس نے کہا کہ تم نے ہمین نہین پہچانا، ہم وہی لوگ تو ہین جنکو تم نے لکھا تھا کہ آؤ تو ابلق سوار آیا۔ مین شاہِ مصر ہون اور یہ سب مصر و شام کے رؤسا ہین اور ہم سب حاجی ہین احرام باندھے ہوئے ہین، اگر تم سب کو قتل کر سکتے ہو تو تم کو اختیار ہے۔ یہ سن کر شریف ابونمی بہت شرمندہ ہوئے اور سلطان سے معافی مانگی پھر اُن کو اپنے ساتھ لیکر شہر مین داخل ہوے اور حرم شریف لے گئے اور خود ہی سلطان کو طواف و سعی کرائی، اُسکے بعد دونون عرفات کو روانہ ہوگئے اور ایک ساتھ حج کیا، سلطان مذکور بہت اہل خیر بادشاہ تھا، حرمین شریفین مین خود بھی بہت خیرات کی اور اپنے ہمراہیون کو بھی اس کا حکم دیا اور اُن کو اس کام کے لیے رقم وافر عنایت کی، فقرائے حرمین کے لیے سالانہ دس ہزار اردب (بڑے بورے) گیہون کے مقرر کیے،

بیبرس نے ایک بڑا کار خیر یہ کیا تھا کہ امرائے مکہ کا وظیفۃ النقد و غلہ مقرر کر کے اُن سے یہ عہد لے لیا تھا کہ وہ آئندہ تا قیامت حاجیون سے کچھ ٹیکس یا کسٹم نہ لیا کرین گے کیونکہ اس سے قبل اہل یمن سے فی نفر تیس درہم اور اہل مصر و شام سے پچاس درہم لیے جاتے تھے۔ اس کے علاوہ تجارتی سامان پر بھی علٰحدہ کسٹم لیا جاتا تھا، ہی قسم کے جور و ستم کی وجہ سے اُس زمانہ مین ایک عرصہ تک مصر و شام سے حاجی آنے موقوف ہوگئے تھے،

سلطان مذکور نے اُس ظلم کو موقوف کرا دیا اور اس آمدنی کے مقابل خزانۂ مصر سے امیر مکہ وغیرہ کے وظائف مقرر کر دیے جسکی وجہ سے اُسکے بعد ایک عرصہ تک حاجیون کو اطمینان سے حج نصیب ہوتا رہا (فجزاہ اللہ خیرا) حج کے بعد سلطان مذکور مدینہ شریف گئے، وہان بھی بہت خیرات کی، قبر نبوی مبارک کے آس پاس اُس زمانہ مین جالیان نہ تھین دیکھا کہ لوگ قبر سے چمٹے ہوئے رہتے ہین، سلطان کو یہ بات ناپسند ہوئی، اپنے ہاتھ سے اطراف قبر کی پیمائش کی اور مصر جاکر دوسرے سال لکڑی کا ایک درابزان (کٹہرہ) بھجوا دیا جو قبر مبارک کے ارد گرد لگا دیا گیا (اتحاف فضلاء الزمن للطبری)

| شاہ مصر و شام الملک المجاہد | سنہ [illegible] ھ مین شاہ مصر و شام (الملک المجاہد انس بن الملک العادل کتبغا) نے حج کیا، و نیز |

و امراء ساتھ تھے، امیر مکہ کو ستر ہزار درہم عطا کیے، عام اہل حرمین کو بھی بہت کچھ فائدہ حاصل ہوا (درر الفوائد)

| ایک بیگم | اسی سال شاہ ماردین کی پھوپھی بھی بڑے ساز و سامان سے شامی قافلہ کے ساتھ حج کو آئی تھین، یہ بہت |

خیر خاتون تھین، حرمین مین بہت صدقہ و خیرات کی، بڑی بڑی سبیلین لگائین، مکہ اور مدینہ کے حکام کو انعامات دیے (درر الفوائد)

| الامیر بکتمر الجوکندار | سنہ [illegible] ھ مین امیر بکتمر جوکندار نے حج کیا، اہل حرمین شریفین کو بہت فائدہ پہونچایا، بہت سے |

جہاز غلہ، شہد، شکر، تیل وغیرہ سامان خوردنی کے ساتھ لایا تھا، اُن مین سے تین جہازون کا سامان ینبع مین اور باقی کا جدہ مین اتارا اور کل اشیاء حجاج و مجاورون پر تقسیم کر دین، اس حج مین اس کا کل خرچ پانچ لاکھ اسّی ہزار دینار ہوا تھا (درر الفوائد)

| نائب السلطنۃ المصریہ | سنہ [illegible] ھ مین نائب السلطنۃ المصریہ امیر سالار حج کو آیا، تیس امیر کبیر اور بھی ہمراہ تھے، اہل حرمین |

کے لیے دس ہزار اردب گیہون ساتھ لایا تھا وہ حرمین مین تقسیم کیے، مکہ مکرمہ کے تمام باشندون کے نام لکھوائے جس پر جو قرض تھا وہ ادا کرا دیا اور سب کو سال بھر کا کافی خرچ عنایت کیا، مکہ مین کوئی امیر یا غریب چھوٹا بڑا، زن و مرد ایسا نہ تھا جسکو امیر موصوف نے کافی زر نقد اور سال بھر کے خرچ کا غلہ نہ دیا ہو، جدہ مین بھی اس کے کارکنون نے اسی طرح سبکو نقد و غلہ تقسیم کیا، اُس کے بعد سالار مدینہ گیا تو وہان بھی مکہ کی طرح کل باشندگان شہر کو زر نقد اور غلہ عطا کیا، اس قدر خیرات اس وقت تک کسی نے نہین کی تھی، سالار کو اہل حرم یہ دعا دیا کرتے تھے (یا سالار کفاک اللہ ھم النار) یعنی خدا تعالیٰ تجھکو آتش دوزخ سے بچائے (درر الفوائد)

| شاہ مصر الملک الناصر محمد بن قلادون | شاہان مصر مین الملک الناصر محمد بن قلادون عظیم الشان بادشاہ ہوا ہے، اس نے |

تین حج کیے ہین، پہلا حج سنہ ۷۱۲ھ مین کیا تھا، چالیس رئیس اور چھ ہزار غلام سانڈنی سوار اور ایک سو گھوڑے سوار ہمرکاب تھے۔ اس دفعہ الکرک سے آیا تھا، دوسرا حج سنہ ۷۱۹ھ مین بڑی شان و شوکت سے کیا، باون امیر کبیر ہمراہ تھے، قاضی کریم الدین ناظر الخاص (مہتمم توشہ خانہ) کو سامان سفر مہیا کرنے کا حکم ہوا، بڑی بڑی

نقرئی اور مسی دیگین بنوائی گئین، بڑے بڑے گملون مین ترکاریان، سبزیان، میوے، خوشبودار پھولون کے درخت لگائے گئے تھے کہ سفرِ حج مین روزانہ بقدرِ ضرورت یہ چیزین تازہ تازہ ملتی رہین، ان چیزون کے اُٹھانے کیلیے بختی اونٹ مہیا کیے گئے تھے، زائد سامان تو دریائی راستہ سے بھجوایا گیا تھا یعنی دو جہاز ینبع اور جدہ کو، اپنے ساتھ صرف ضروری سامان جو رکھا تھا وہ یہ تھا: ایک لاکھ تیس ہزار اردب جو ۱۳۰۰۰، میوہ جات اور مٹھائیون کے پانچ سو اونٹ، بادام، پستہ وغیرہ مطبخ کے لوازمات کے ایک سو ستّی اونٹ، ایک ہزار قاز و بط، تین ہزار مرغیان، شام و حماہ وغیرہ کے صوبہ دارون نے جو نذرانہ جات و ہدایا ساتھ کیے تھے وہ علٰحدہ تھے، ابتدائے ذیقعدہ مین روانگی ہوئی۔ "الملک المؤید حاکم حماہ اور قاضی بدرالدین بن جماعہ بھی ساتھ تھے، اس شان و شوکت کا بادشاہ جب مکہ پہونچا تو دربارِ خداوندی کے سامنے اسکو اپنا سب حشمت و جاہ و جلال ہیچ نظر آیا اور کعبہ کو دیکھتے ہی سربسجود ہوگیا اور جب تک مکہ مین رہا نہایت ہی تواضع اور عاجزی سے رہا، طواف کے ہجوم و ازدحام مین اسکی وہی حالت ہوتی تھی جو ایک فقیر کی ہوتی ہے، کعبہ شریف کو اپنے ہاتھ سے دھویا۔ حرمین مین بہت خیرات کی، امرائے مکہ و مدینہ جو ٹیکس لیا کرتے تھے وہ موقوف کرائے اور اس آمدنی کے مقابل مین اُن کو مصر و شام مین جاگیرین عطا کین۔ ۷۳۲ھ مین پھر تیسرا حج کیا، اس دفعہ ستر امیر ساتھ تھے، ملکِ حماہ (الملک الافضل) بھی ہمرکاب تھا۔ امرائے حرمین نے ینبع تک جاکر استقبال کیا اس دفعہ بھی سلطان مذکور نے اہلِ حرمین شریفین کو صدقات و انعامات سے مالامال کردیا۔ (درر الفرائد)

سلطانِ تکرور — ملکِ تکرور افریقہ کے غرب شمالی حصہ مین واقع ہے یہان کے باشندے سیاہ فام ہوتے ہین فی الحال مکہ مین اُن کی ایک بڑی تعداد آباد ہے جن کو یہان (تکرونی) کہا جاتا ہے۔ زمانۂ قدیم مین ان کی زبردست سلطنت تھی جب ان کا بادشاہ (برمندانہ) مسلمان ہوا تو حج کو آیا، اس کے بعد اس کے جانشین بھی آتے رہے،

---

[1] ناظرین کو یاد ہوگا کہ سلطان بیبرس نے ۶۶۷ھ مین ان ٹیکسون کو موقوف کرادیا تھا مگر امرائے مکہ نے پھر وہی حرکت شروع کردی تھی جسے قلاوون نے رفع کیا۔ اسیطرح اسکے بعد بھی ہوا ہے!! ع وعدہ آسان ہے وعدہ کی وفا مشکل ہے۔

اُن کا ایک نامور بادشاہ (منسا ولی) بھی سلطانِ مصر الملک الظاہر بیبرس کے زمانہ مین حج کو آیا تھا مگر ان سلاطین کے مفصل حالات کسی کتاب مین میری نظر سے نہین گذرے البتہ اُن کے ایک بادشاہ کے کچھ حالات بعض مورخین نے لکھے ہین وہ درج ذیل ہین:-

(منسی موسی) نامی ان کا ایک عظیم الشان بادشاہ ہوا ہے، یہ بہت نیک اور عادل بادشاہ تھا اسکے زمانہ مین سلطنت کو بہت ترقی ہوئی اور بہت سے ملک فتح ہوئے پچیس برس تک حکومت کی، ۷۲۴ھ مین بزمانہ سلطانِ مصر الملک الناصر محمد بن قلاؤن حج کو آیا تھا، پندرہ ہزار آدمی اور اکیسو بار شتر سونا ساتھ تھا جب مصر پہونچا تو شاہِ مصر نے اپنے مہماندار کو استقبال کے لیے بھیجا اور اسکی بہت عمدہ طور پر ضیافت کی، شاہِ تکرور نے سلطان کی خدمت مین چالیس ہزار مثقال سونا اور نائب السلطان کی خدمت مین دس ہزار مثقال سونا نذرانہ پیش کیا اور دیگر وزرا و امرا کو بھی سونے کے توڑے دیے۔ جب اُس سے سلطان کی ملاقات کے لیے کہا گیا تو اُس نے پہلے تو کئی دن تک انکار کیا اور کہا کہ مین تو صرف حج کو آیا ہون ان کامون کے لیے نہین آیا۔ مگر آخرکار راضی ہوگیا، جب دربارِ سلطانی مین پہونچا تو اُس سے زمین بوسی کے لیے کہا گیا، اُس نے جواب دیا کہ مین خدا کے سوا کسی کو سجدہ نہین کیا کرتا، یہ ناجائز بات ہے۔ جب لوگون نے بہت سمجھایا تو کہا اچھا مین اپنے خدائے پاک کو سجدہ کرتا ہون یہ کہکر قبلہ رو ہوکر سجدہ کیا پھر سلطان کی طرف قدم بڑھایا، سلطان نے نیم قد کھڑے ہوکر استقبال کیا اور اپنے پاس بٹھایا اور بہت دیر تک گفتگو کی، شاہِ تکرور خود بھی اچھی عربی جانتا تھا اور ایک ترجمان بھی ساتھ تھا جب ملاقاتِ سلطانی سے فراغت ہوئی تو سلطان نے اُسکے لیے اور اُس کے ہمراہیون کے لیے نہایت عمدہ عمدہ خلعت بھجوائے، جب حج کا زمانہ آیا تو بہت بڑی رقم عنایت کی اور سواری کے لیے عمدہ سانڈنیان اور سامان خورد و نوش مرحمت کیا اور راستہ مین بھی ہر منزل پر سواریون کے دانہ پانی کا بندوبست کردیا اور قافلہ سالار حجاج مصر کو یہ حکم دیا کہ شاہ مذکور کے ہر طرح کے آرام کا خیال رکھا جائے، شاہِ تکرور مکہ مین حج کے چند روز بعد تک مقیم رہا، سردی کا موسم تھا اور یہ لوگ سخت گرم ملک کے باشندے تھے لہذا اسکے

ساتھیون مین سے تقریباً دس ہزار آدمی مر گئے۔ ایک دفعہ اسکی فوج مین اور ترکون مین کسی بات پر حرم شریف
کے اندر تکرار ہوگئی اور تلوار چلنے ہی کو تھی مگر اُس نے اپنی فوج کو سمجھا بجھا کر فتنہ فرو کردیا، حج کے بعد مصر گیا اور
سلطان کی خدمت مین تبرکاتِ حجاز پیش کیے، سلطان بہت خوش ہوا اور بہت سے خلعت عنایت کیے،
مصر پہونچکر شاہِ تکرور کے پاس خرچ سفر ہوچکا تھا (اپنے ملک سے جو سو بار شتر زر ہمراہ لایا تھا وہ سب اس سفر مبارک مین
خرچ کردیا تھا) لہذا مصر کے تاجرون سے اس شرط پر قرضہ لینا پڑا کہ تین سو دینار کے بدلے ایک ہزار دینار ادا
کرنے ہون گے، چنانچہ اپنے ملک پہونچکر اُس نے کل قرضہ ادا کردیا۔[1]

الملک المجاہد شاہِ یمن

۷۴۲ھ مین شاہِ یمن (الملک المجاہد) نے حج کیا، بیشمار فوج ساتھ تھی، امیر مکہ (شریف رمیثہ)
کا فرزند شریف ثقبہ ابھی ہمرکاب تھا، جب یلملم پہونچے تو مجاہد کے حکم سے وہان بڑے بڑے چرمی حوض
قائم کیے گئے اور اُن مین ستو اور شربت بھر کر سبیل لگائی گئی، مجاہد نے حاجیون کو بہت سا زر نقد اور پارچہ ہاے
احرام تقسیم کیے۔ امیر مکہ و دیگر اشراف و اعیان مکہ کرمہ ملک مجاہد کے استقبال کے لیے یلملم تک آئے تھے، ان
سب کو شاہ موصوف نے بقدر مراتب خلعت و انعامات مرحمت کیے، امیر مکہ کو چالیس ہزار درہم مجاہدی نقد عنایت
کیے اور پارچہ جات و مشک وغیرہ ہدیہ جات اس قدر دیے کہ اُن کے لیے چار مزدورون کی ضرورت پڑی،
بہت سے عمدہ گھوڑے بھی مع ساز و سامان کے عنایت کیے، پھر وہان سے روانہ ہوکر ۲ ذی الحجہ کو مکہ پہونچا،
مناسکِ حج ادا کیے اور ۱۴ ذی الحجہ کو یمن کی طرف روانہ ہوگیا، مجاہد نے کعبہ کا پردہ بدلکر اپنی طرف سے
نیا غلاف چڑھانا اور کعبہ کا دروازہ بھی بدلنا چاہا تھا مگر اشرافِ مکہ نے اسکی اجازت نہ دی، اس وجہ سے
وہ اُن سے کبیدہ خاطر گیا (اتحاف الوری لابن فہد)

۷۵۱ھ مین پھر دوبارہ حج کو آیا، اس دفعہ اہل و عیال بھی ساتھ تھے اور سات سو سوار اور آٹھ سو تیر انداز
اور بیشمار پیدل فوج جرار ہمراہ تھی، کعبہ کے لیے پردہ بھی بنوا کر لایا تھا مگر اس دفعہ اُمراے مکہ نے خاطر تواضع کی بجاے

[1] حاضر العالم الاسلامی بحوالہ مسالک الابصار و درر الفرائد۔

اس سے دشمنون کا برتاؤ کیا، جسکی وجہ یہ ہوئی کہ مکہ مین اس وقت شریف عجلان مسند آراے امارت تھے اور
ان کی اپنے بھائیون (یعنی شریف ثقبہ، شریف سند، شریف مغامس) سے بگڑی ہوئی تھی اور یہ لوگ فرار ہوکر یمن چلے گئے
تھے اور جب ملک مجاہد مقامِ حلی پر پہونچے تو یہ اُس کے پاس آئے اور اُس سے اپنی مظلومیت کی داد رسی
چاہی اور مکہ پر اپنا قبضہ کرنے کی ترغیب دلائی، لہذا امیر مکہ کو اُن سے بدگمانی ہوگئی۔ اور جب شاہِ موصوف مکہ کے
قریب پہونچے تو امیر مکہ نے اُن کو مکہ مین داخل ہونے کی اجازت نہ دی کہ مبادا یہ مجھکو معزول کرکے میرے بھائیون
مین سے کسی کو شریفِ مکہ نہ بنا دین مگر مجاہد نے اس ممانعت کی پروا نہ کی اور ۴ ذی الحجہ کو بغیر لڑائی کے
مکہ مین داخل ہوگیا اور اُس کے ساتھ شریف ثقبہ وغیرہ بھی داخل ہوے، مجاہد نے اس دفعہ نہ تو امیر مکہ
کو کچھ انعام دیا، نہ اشراف و اعیان کو، نہ اہل مکہ کو خیرات و صدقات تقسیم کیے، اسوجہ سے شرفاے بھی اس سے
افسردہ خاطر تھے اور امیر مکہ کی رنجش تو روز افزون ہی تھی اور اسکے دل مین یہ خیال جما ہوا تھا کہ مجاہد اس کو
ضرور نکالکر اُسکے بھائیون کو مکہ کا امیر بنائیگا مگر فی الحال مصری فوج کے خیال سے خاموش ہے، جب محمل
چلی جائیگی تو یہ اپنا منصوبہ پورا کرے گا، لہذا اس نے امیر الحج المصری سے (جو خود بھی ملک مجاہد سے اس بات پر
ناراض تھا کہ اسکو بھی اُس نے کچھ نہ دیا تھا) ملکر یہ کہا کہ مجاہد کا ارادہ ایسا معلوم ہوتا ہے بہتر یہی ہے کہ تم
اُسکے دفعیہ کی تدبیر کرو ورنہ مکہ میرے ہاتھ سے نکل جائیگا اور مین سلطانِ مصر سے تمھاری شکایت کرون گا،
نیز یہ بھی کہا کہ مجاہد تمھارے سلطان کا غلافِ کعبہ اُتار کر اپنا غلاف چڑھانا چاہتا ہے، آخرکار امیر مکہ اور
امیر محمل مصری نے باہم یہ قرارداد کی کہ جبدن مجاہد منیٰ سے چلے اور اسکی فوج منتشر ہو اُسوقت اُسے قید کرلیا جاے،
چنانچہ ۱۲ ذی الحجہ کو منیٰ مین یہ موقع ہاتھ آیا کہ مجاہد کے سپاہی اور ہمراہی سامانِ سفر و ہدیہ جات لینے
بازار گئے ہوے تھے اور مجاہد چند افسرانِ فوج اور چند غلامون کے ساتھ اپنے خیمہ مین اطمینان سے بیٹھا
ہوا تھا کہ مصری اور شریفی فوج نے اُس کے خیمہ کا محاصرہ کرلیا اور کشت و خون کا بازار گرم کردیا اور اہل یمن
کا خصوصاً اور عام حاجیون کا عموماً سامان لوٹ لیا، مجاہد بھاگ کر ایک پہاڑ پر چڑھ گیا، اور اُس کے ساتھی

کچھ لڑے اور مارے گئے، اور کچھ بھاگ گئے مگر مجاہد نے خود کوئی فیر نہین کیا اور نہ کسی کو لڑنے کا حکم دیا بلکہ اُس نے جب دیکھا کہ اُس کی خاطر مسلمانون کی جانین ضائع ہو رہی ہین تو وہ پہاڑ پر سے اس شرط پر اُتر آیا کہ سکے سوا اور کسی سے کچھ تعرض نہ کیا جائے۔ مجاہد کو نظر بند کر دیا گیا اور اس کا اور اہل یمن کا جو مال لوٹ لیا گیا تھا اس مین سے تھوڑا سا سامان مالکون کو واپس کر دیا گیا، جب یہ محمل واپس ہوئی تو اس کے ساتھ امیر مجاہد کو بصورت مجرم مصر بھجوا دیا گیا، جب مصر پہونچا تو سلطان مصر نے پہلے تو اس کی خاطر مدارات کی اور یمن روانہ کرا دیا، مگر ابھی ینبع تک ہی پہونچا تھا کہ حکم آیا کہ (الکرک) جاؤ، وہان نظر بند کر دیا گیا، پھر کسی اہل خیر کی سفارش سے دوبارہ مصر بلایا گیا اور وہان سے عیذاب کے راستہ سے یمن جانے کی اجازت مرحمت ہوئی۔ خدا خدا کرکے بیچارہ ایک برس کے بعد (ماہ ذی الحجہ [illegible]ھ) مین یمن پہونچا۔ (تاریخ ابن نہد و سنجاری)

علامہ فاسی نے لکھا ہے کہ مجاہد کا ارادہ فتنہ کا نہ تھا اور اُس نے محض حرم محترم کے احترام کی خاطر یہ ذلت کی قید اختیار کر لی تھی ورنہ اسکی فوج، مصری اور شریفی مفسدون کی سرکوبی کیلیے کافی تھی (جزاء الفخراء)

شاہ مصر الملک الاشرف [illegible]ھ مین شاہ مصر الملک الاشرف شعبان بن حسین بن محمد بن قلاوون نے حج کا ارادہ کیا، بیشمار ساز و سامان ساتھ تھا، بیس اونٹون پر خزانہ تھا، دیگر ماکولات کے علاوہ صرف مٹھائیان اٹھارہ ہزار رطل تھین، ملبوسات کے اونٹون کی سینتیس قطارین تھین، آلات طرب بھی ہمراہ تھے، جب یہ موکب مصر سے نکلا ہے تو اُسکے دیکھنے کے لیے دور دور سے تماشائی آئے تھے، غرض ادھر تو یہ اسراف تھا اور ادھر یہ حالت تھی کہ فوج کو ایک عرصے سے تنخواہین نہین ملی تھین، نتیجہ یہ ہوا کہ جب یہ قافلۂ سلطانی عقبۂ ایلہ سے روانہ ہوا تو ممالیک نے بغاوت کی اور سلطان (الملک الاشرف) کا گلا گھونٹ کر کام تمام کر دیا، اکثر حاجی عقبہ سے مصر واپس آ گئے،

(درر الفرائد المنظمہ فی اخبار امراء الحجاج وطریق مکۃ المعظمۃ)

حاکم کلوہ [illegible]ھ مین حاکم کلوہ (المنصور حسن بن المؤید) نے حج کیا، اہل حرمین کو عطیات و صدقات بیشمار عنایت کیے، اس سال ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ سب حاجیون کو حکومت نے مقام منیٰ مین تجار کی درخواست

پر دکیونکہ بازار خاطر خواہ ہو رہا تھا) ۱۴ تاریخ تک روکے رکھا، (الدرر الفرائد)

وزیر عثمانی [illegible]ھ مین سلطان مراد خان ثانی فرمانروائے سلطنت عثمانیہ کا ایک وزیر کبیر حج کو آیا اور اہل حرمین کے لیے بیشمار عطیہ جات و صدقات ساتھ لایا، خود بھی بہت خیر خیرات کی (سقایۃ العباس) مین تین سو ساٹھ شکر کے کوزے اور کئی من شہد ڈالکر شربت کی سبیل جاری کی (اعلام)

(باقی)

ارتقائے ادب فارسی
عہد اکبری مین
(۴)

(از مولوی ضیار احمد صاحب ایم اے، ریسرچ اسکالر الہ آباد یونیورسٹی)

اس دور کی مختلف اصنافِ نظم

اب یہ بحث باقی ہے کہ اکبری دور کے شعرا نے کن کن اصنافِ نظم کو اختیار کیا اور کس حد تک ترقی دی۔ اصنافِ نظم کی تقسیم دو اعتبار سے ہو سکتی ہے بلحاظ مضمون و بلحاظ صورت بمضمون کے اعتبار سے اس عہد کی شاعری مین تغزل، فلسفہ، تصوف، مثالیہ، تخیل شامل ہین اور صورت کے لحاظ سے غزل، قصیدہ، مثنوی وغیرہ، ہمارا خیال تھا کہ ان مین سے ہر ایک کی ابتدائی تاریخ اور مدارجِ ارتقا کا بیان کر کے دور اکبری مین ہر صنف کی ترقی پر تفصیلی تبصرہ کرینگے مگر بخوفِ طوالت مضمون اجمالی تذکرہ پر اکتفا کرنی پڑے گی۔

(۱) تغزل۔ غزل سے ماخوذ ہے جسکے معنے عورتون سے بات چیت کرنے کے ہین، اور حقیقت یہ ہے کہ عرب کی تشبیب یا نسیب بری ہی مگر صحیح معنی مین غزل ہوتی تھی، اگرچہ صورتاً اور لقباً اسکو غزل نہین کہہ سکتے، عرب کے بعد ایران اور ہندوستان کے تمدن نے احساسات کو لطیف تر بنا دیا اس لیے وہان اسکو اور ترقی ہوئی، عجم مین سب سے پہلے صوفی شعرا نے جو بے ثباتیِ عالم کا رنگ اپنی آنکھون سے دیکھ چکے تھے اور کیفِ عشقِ حقیقی مین سرشار تھے تغزل کو اپنے مقصد کے لیے استعمال کیا اور غزل کے ذریعہ سے حقیقت کی مے تند مجاز کے ساغرون مین پلانے لگے، یہان تک کہ سب خاص و عام اسی کے متوالے ہو گئے۔ آخر وہ دور آیا

کہ ایران مین سعدی نے اور ہندوستان مین خسرو اور حسن نے ملک کو میخانہ اور خلق کو بیخود بنا دیا اور کچھ عرصے کے بعد حافظ کی شرابِ شیراز نے مستی اور رندی کو منتہائے کمال پر پہونچا دیا، صفوی عہد اور اس کے مقابل مین مغلیہ دور عیش و عشرت اور خوشحالی اور فارغ البالی کا زمانہ تھا، یہی وجہ تھی کہ اس عہد مین عشقیہ شاعری نے بہت ترقی کی، تمدن کی لطافت نے خیالات کو لطیف اور حضارت کی ترقی نے احساسات کو نازک بنا دیا تھا، زبان صدیون کی پرداخت سے اسقدر منجھ گئی تھی کہ متنوع اور مختلف اسالیبِ بیان ادا کرنے کی پوری صلاحیت رکھتے تھے، اگرچہ اس عہد مین غزل غزل نہ رہی تھی اور ہر موضوع۔ اخلاق، فلسفہ، تصوف وغیرہ کا اس پر تصرف ہو گیا تھا تاہم نفسِ تغزل مین بھی یہ دور ممتاز ہے۔ اکبری عہد مین جو ہمارا موضوع ہے بیشمار غزل گو شعرا کے نام ملتے ہین جنمین سب سے اول نظیری اور اُس کے بعد عرفی کا نمبر ہے، وقت نہین کہ ان تمام شعرا کے کلام کا نمونہ اور اُن کے عشقیہ جذبات اور اسالیبِ بیان کی توضیح کی جائے، مختصراً چند اشعار پر اکتفا کرنی مناسب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جذباتِ عشق کی یہ فراوانی، گہرائی اور نزاکت اور زبانون مین مشکل سے ملے گی۔ نظیری لکھتا ہے۔

تا منفعل ز رنجش بیجا نہ بینمش — می آرم اعتراف گناہ نبودہ را

معاملہ کا شعر ہے مگر کس قدر بلند!

آمد برائے صلح و در جنگ باز کرد — صلحے بہ مصلحت پے جنگ دراز کرد

محبت کی واردات مین معمولی واقعہ ہے لیکن اندازِ بیان کتنا اچھوتا ہے، معشوق کی دلکشی

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

معشوق کی عاشق فریبی

من در پے رہائی و او ہر دم از فریب — از سر گرہ زند گرہ ناکشودہ را

عاشق کی ایذا طلبی،

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغِ اسیر — خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نبود

عشق کی لاابالیانہ مستانہ وشی،

ساقی غمِ دوران مخور رطل گران دہ ... شادست جہان تا حسن تو بجام است

عاشق کی مجبوری،

کجاز عشوۂ آن چشم نیم باز رہیم ... کہ فتنہ خاستہ از خواب و پائے بخفتست

امیدِ وصال،

شب امید بہ از روز عید میگذرد ... کہ آشنا بہ تماشائے آشنا خفتست

عرفی غمِ معشوق کی ہمہ گیری کی نسبت لکھتا ہے،

در دلِ ما غمِ دنیا غمِ معشوق شود ... بادہ ار خام بود پختہ کند شیشۂ ما

معشوق کی شوخی اور انداز معشوقانہ،

فغان ز غمزۂ شوخے کہ وقت تنہائے ... بہانہ بخود آغاز کرد در جنگ است

دہمت کی نیرنگی،

از آن بہ درد دگر ہر زمان گرفتارم ... کہ شیوہ ہائے ترا باہم آشنائے نیست

اسی طرح سے فیضی، غزالی، ثنائی، میلی وغیرہ کے کلام میں تغزل کا رنگ کثرت سے ملے گا مگر نظر بہ اختصار ترک کیا گیا، محض تغزل کے رکن رکین نظیری اور اُس کے ہمعصر و ہمسر عرفی کے کلام کا مختصر نمونہ کافی سمجھا گیا۔

(۲) و (۳) فلسفہ و تصوف، تصوف فارسی شاعری میں عشق کے بھیس میں آیا اور فلسفہ تصوف کی راہ سے داخل ہوا اس لیے تصوف اور فلسفہ کا یکجا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوا۔ سب سے پہلے فلسفہ کے مباحث ناصر خسرو اور پھر نظامی نے نظم کیے مگر خشک اور پھیکے۔ صوفی شعرا مثلاً سنائی، رومی، سعدی وغیرہ نے مضامین فلسفہ کو شعریت کا رنگ دیا، انھین متصوفین نے مضامین تصوف ادا کرکے فارسی شعر میں جذبات کی روح پھونکی۔ ایک زمانہ تک تصوف کی لے بلند رہی۔ اور تصوف کے ساتھ فلسفہ کی تان بھی نہ ٹوٹی۔ آخر صفوی اور تیموری دور آیا۔ اس زمانہ میں

یہ رنگ اور تیز ہوگیا، جسکے اسباب حسب ذیل ہیں۔

(۱) صفویہ کے عہد میں فلسفہ کی تعلیم عام ہوگئی تھی، اور فلسفہ اور تصوف کا علاقہ ظاہر۔

(۲) تصوف اور متصوفین کی عام نگاہوں میں قدر تھی گو حکومت صفویہ کو تصوف کی سرپرستی سے کوئی واسطہ نہ تھا۔

(۳) اہل کمال شعرا کرشِ ابتذال سے نفور تھے بالطبع عشق (مقابل ہوس) اور درد کو پسند کرتے تھے اور یہی مضامین اُن کے دل سے زبان اور قلم سے قرطاس تک آتے تھے اور یہی تصوف کے روح رواں ہیں

(۴) صدیوں سے قوم کے خیالات و اسالیب پر صوفیانہ رنگ چھا رہا تھا اس لیے قدرتاً ادبی تصانیف اسی سانچے میں ڈھل کر نکلتے ہیں، اس زمانہ میں ایک کثیر تعداد ایسے شعرا کی ملتی ہے جو تصوف و فلسفہ کے خاص ارکان ہیں، مثلاً عرفی، فیضی، نظیری، شفائی وغیرہ وغیرہ، مگر مخصوص طور پر ایران میں شفائی اور ہندوستان میں عرفی زیادہ نامور ہیں۔ ہم یہان بالخصوص عرفی کے تصوف پر کچھ سطور لکھنا چاہتے ہیں، بیشتر اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ بعض اساتذۂ فن اس دور کی صوفیانہ شاعری کو نقالی قرار دیتے ہیں اور اُن کا خیال ہے کہ یہ تمام ظریف شعرا جو نہ ہیا تصوف سے کوئی سروکار نہیں رکھتے تھے محض سرمایہ آرائش گفتار یا رونق محفل کی غرض سے تصوف کے خیالات شعر میں ادا کرتے تھے، مگر ہم کمال ادب کے ساتھ اس رائے سے اختلاف کرین گے، بیشک چند شعرا ایسے بھی نظر آتے ہیں (مثلاً شفائی وغیرہ) جو محض قبول عام کے خیال سے بہ تکلف صوفیانہ مضامین پر طبع آزمائی کرتے تھے، لیکن یہ تعمیم صحیح نہیں معلوم ہوتی ہے، اکبری دور میں عرفی زیادہ اور فیضی کم اور نظیری اس سے کمتر مضامین تصوف لکھنے میں شہرت رکھتے ہیں، اُن کے کلام کے تتبع سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ لکھتے ہیں اپنے وجدان اور ذوق سے

---

[1] فلسفہ کی علاوہ مثالین دینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی، تصوف خود فلسفہ کی ایک شاخ ہے، اس لئے آگے چلکر جو تصوف کی مثالین دی گئی ہیں وہ کم و بیش فلسفہ کی تمثیل کے لیے بھی کافی ہیں۔ مثلاً عادت عشاق بہیت مجلس غم داشتن وغیرہ، مزید امثلہ کے لیے دیکھو مثلاً عرفی کا قصیدہ۔ ز خود گردیدہ بر بندی چگویم کام جان بینی، یا فیضی کا قصیدہ۔ اے نقد اصل و فرع ندانم چہ گوہری، جن سے ان کے فلسفہ پر کافی روشنی پڑتی ہے،

مجبور ہو کر لکھتے ہیں۔ کہیں کہیں خیالات بالکل نئے ہیں اور کہیں خیالات فرسودہ مگر پیرایہ نیا ہے، نمونہ کے طور پر چند اشعار مثالاً پیش ہیں جن سے واضح ہو گا کہ وہ کس درجہ تاثیر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ عرفی کا وہ قصیدہ

دل من باغبان عشق و حیرانی گلستانش ۔۔۔ ازل دروازہٴ باغ و ابد حد خیابانش

پڑھو اور خاقانی کے

دل من پیر تعلیم است و من طفل زباندانش ۔۔۔ دم تسلیم سر عشر و سر زانو دبستانش

سے مقابلہ کرو[1] اگرچہ خاقانی کے کلام میں پختگی زیادہ ہے تاہم عرفی کا قصیدہ دلآویزی میں بڑھا ہوا ہے۔ عشق دنیا داری کے معیار کیلیے عرفی کا قصیدہ "عادت عشاق چیست مجلس غم داشتن" اور "گر مرد ہمتی زمروت نشان مخواہ" پڑھنے کے قابل ہے جس سے اس کا فلسفۂ اخلاق آئینہ ہو جاتا ہے۔

عرفی کا تصوف

بدیر آ از حرم صوفی کہ بر تیغ کشودا اینجا ۔۔۔ از انجا انچہ میجوی بہ بیخواران نمودا اینجا

ہمان زنگے کہ انجا در دل اسلامیان بینی ۔۔۔ مغان را نیز بود اما صفائے مے زدود اینجا

بہر سوئے دوم بوے چراغ کشتہ می آید ۔۔۔ مگر وقتے مزار کشتگان عشق بود اینجا

نوائے نغمۂ منصور عرفی نغز میدانی ۔۔۔ ولے تن زن کہ خاموشند ارباب شنود اینجا

العجب ثم العجب کہ عرفی باوجود تشیع جذبات تصوف میں اسقدر مستغرق ہے کہ رویت جیسے نزاعی مسئلہ میں بھی وہ متصوفین (اہلسنت) کی ترجمانی کرتا ہے

زبان ببند و نظر باز کن کہ منع کلیم ۔۔۔ کنایت از ادب آموزی تقاضا ئیست

طلب بیا رو میاور ستارع منع کلیم ۔۔۔ بساط عذر میارا کہ نیستی معذور

علی ہذا تقدیر کے بارہ میں بھی اس کا مسلک وہی ہے جو متصوفین کا ہے،

[1] مقابلہ کے لیے خاقانی کا قصیدہ سنت عشاق چیست برگ عدم ساختن دیکھو۔

دلخستگان کہ بستۂ تدبیر می شوند ۔۔۔ نارستہ اند کمند بہ زنجیر می شوند

اُس کا مذاقِ وحدت مسلم اور کافر کے امتیاز سے بلند تر ہے،

عالمے در جلوہ و عاشق نہ بیند غیر دوست ۔۔۔ گر ز مجنون پرسی اندر کاروان محمل یکی است

ہم بہ غبار کنشت عطر کفن ساختن ۔۔۔ ہم بہ ترازوے دیر سنگ حرم داشتن

عاشق ہم از اسلام خراب است وہم از کفر ۔۔۔ پروانہ چراغ حرم و دیر نہ داند

عشق کی پہلی منزل

دو عالم سوختن نیرنگ عشق است ۔۔۔ شہادت ابتداے جنگ عشق است

اللہ اکبر۔ یہ جسکی ابتدا ہے تو پھر انتہا نہ پوچھ۔

ایک جگہ کہتا ہے

کسے بہ ذرۂ ارباب دل نہ دارد راہ ۔۔۔ کہ تحفۂ ز نسیم بلا نمی آرد

دوسری جگہ کہتا ہے،

راہ ارباب محبت بہ فنا نزدیک است ۔۔۔ سوزنے در کف و در پا دو سہ خارے دارند

ترک وجود

تا تیغ بکف یابی بر نفس دو دستی زن ۔۔۔ تا سنگ بدست آید بر شیشۂ ہستی زن

استغنائے حسن

طغیان ناز بین کہ جگر گوشۂ خلیل ۔۔۔ آید بزیر تیغ و شہیدش نمی کنند

المجاز قنطرۃ الحقیقۃ

عنایت صمدی رد کفر ما نہ کند ۔۔۔ اگر کمال پذیرد صنم پرستی ما

قصائد اور غزلیات کے علاوہ عرفی کی مثنویوں میں بھی یہی رنگ غالب ہے،

بیشتر از جلوۂ آثار وجود
کز جگر شمع نمی خاست دود

شمع ازل چہرہ برافروختے
نور فشاندے دل خود سوختے

حسن تماشائے خود بود و بس
بانگ نمی زد بہ تماشائے کس

نغمۂ مستانہ دل ساز کرد
زمزمۂ مہر خود آغاز کرد

وان نفس گرم کہ از دل کشاد
نور تعلق بہ آثر نہاد

عرفی کے بعد فیضی اور نظیری کے کلام میں بھی تصوف کا کافی مواد جمع ہے۔ فیضی

عشق تا پائے بفشرد در اندیشۂ ما
ہمہ معشوق ترا دوز رگ و ریشۂ ما

از تف بادۂ ما بال ملائک بگداخت
وائے آن روز کہ برقے جہد از شیشۂ ما

روے کشادہ باید و پیشانی فراخ
آنجا کہ لطمہ ہائے ید اللہ می زنند

اے عشق رخصت است کہ از دوش آسمان
بر دوش خود نہم علم کبریائے تو

کعبہ را ویران مکن اے عشق زانجا یک نفس
گہ گہے پسماندگانِ راہ منزل می کنند

نظیری

حسن ما کرد جلوۂ بر ما
عشق ما دل زما ربود اینجا

عشق آمد و بخرقۂ پشمین فرو ختم
تشریف شاہ اکبر و عباس شاہ را

کفر و ایمان نبود شرط نظیری در عشق
بتو کافر بنمایم کہ ولایت دارد

تو پنداری کہ این نغمہ ز خود می گویم
گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

غیر از تو نگنجد بسراے کہ تو باشی
جز تو ہمہ موہوم بجائے کہ تو باشی

از نور دیدہ در نظرِ ما عیان تری
پنہان نمودۂ و پدیدار بودۂ

(۴) تمثالیہ - تمثالیہ شاعری عموماً اخلاقی مضامین میں استعمال کی گئی - اخلاق کا تعلق براہ راست فلسفے

ہے مگر ہمنے سہولت کی غرض سے اسکو الگ تحریر کرنا مناسب سمجھا - اخلاقی شاعری کی آغاز کا سہرا ابو المعانی بلخی کے سر ہے - اس کے بعد شعرائے متصوفین سنائی وغیرہ نے اس کو ترقی دی۔ سعدی و خسرو اس رنگ میں خاص طور پر ممتاز ہیں۔ متاخرین میں غزالی، عرفی، فیضی، شفائی وغیرہ کی مثنویاں اور دوسرے اصناف سخن مضامینِ اخلاق سے مالامال ہیں۔ تمثالیہ شاعری کا آغاز خسرو سے ہوا مگر نظیری نے اسکو ترقی دی، آخر صائب نے منتہائے کمال کو پہونچا دیا - اشعار ذیل سے معلوم ہوگا کہ اکبری شعرا نے اخلاق و تمثیل کو کس طرح برتا ہے۔ گذشتہ اشعار سے بھی جو پچھلے نمبر میں دیے گئے اخلاقی مضامین کی نوعیت کا کسی قدر اندازہ ہوا ہوگا۔

عارف ہم از اسلام خراب است و ہم از کفر
پروانہ چراغ حرم و دیر ندانند

ہیچ اکسیر بہ تاثیرِ محبت نرسد
کفر آوردم و در عشق تو ایمان کردم

حرمان تو ز ہمت کوتاہ بین تست
ہرگز در کریم بہ کافر نہ بستہ اند

سر رشتۂ شناخت چراغیست داد ماند
امارہ چراغ ز صرصر نہ بستہ اند

بر تشنگان ببارد تجلی برائے چیست
دریا کریم و ظرف ترا سر نہ بستہ اند

دستِ طمع کہ پیش کسان کردۂ دراز
پل بستہ کہ بگذری از آبروے خویش

شب سیاہ صباح سفید می آرد
چراغ مطلب از دودمان بوہی است

(۵) تخئیل - اس عہد کی شاعری تمامتر تخئیل پر مبنی ہے۔ متقدمین نے خیالات کے دریا بہا دیے تھے اور اب متاخرین کے لیے اس کے سوا چارہ کار ہی کیا تھا کہ وہ مبالغہ، ایہام یا استعارۂ بعیدہ پر شعر کی عمارت قائم کریں۔ چنانچہ یہی ہوا اور اس طرح کہ شاعر اور کسی مصرف کے نہ رہے - اور تو اور رعایات کے موقع پر بھی تخئیل کا غلط استعمال کرنے لگے۔ تخئیل کی خصوصیات - نقائص اور تمثیلات اوپر گذر چکی ہیں۔

یہ سب اقسام مضمون کے لحاظ سے تھیں۔ صورت کے اعتبار سے وہ اصناف سخن جن پر دور اکبری میں طبع آزمائی کی گئی تین ہیں۔

(الف) غزل۔ غزل کے بارہ مین تغزل کے تحت مین لکھا جا چکا ہے۔ نظیری اس صنعت کا گل سر سبد ہے
جو بجا طور پر رئیس المتغزلین کہلاتا ہے یہ دور غزل ہی کا دور ہے اور اس زمانہ کی غزلیات ہر طرح کے مضامین پر حاوی ہین
(ب) قصیدہ۔ قدما کے قصائد مین سادگی خیالات اور صنائع لفظی بکثرت ہین کہین کہین مضمون بندی ہے
مگر خال خال۔ متوسطین کے یہان کثرت مرادفات کی بجائے مضمون بندی زیادہ ہے متاخرین کے کلام مین
دقت آفرینی بہت پائی جاتی ہے ان مین حسین ثنائی اور محتشم کاشی اور فیضی نام آور ہین لیکن عرفی کے
قصائد مضمون آفرینی، شوکت اور زور مین جواب نہین رکھتے۔ اس کے بعد قصائد رنگینی کی وجہ سے غزل
بن گئے جیسے امیر و داغ کے قصیدے اردو مین شوکت سے خالی ہین،

(ج) مثنوی۔ اس عہد کی زبان اسقدر رنگین اور شیرین ہو گئی تھی کہ گو اس زمانہ مین اور بعد کو بھی
اکثر رزمیہ مثنویان لکھی گئین مگر ایک بھی مقبول نہو سکی۔ بلکہ تمدن کی لطافت کہو یا خیالات کی افسردگی کہ اس سے پیشتر کی
بھی کوئی رزمیہ مثنوی (شاہنامہ اور سکندر نامہ کے بعد) رنگ قبول حاصل نہ کر سکی عشقیہ مثنویان اکثر تصنیف
کی گئین اور مشہور بھی ہوئین، ان مین جو پایہ مثنوی نل دمن (فیضی) کو نصیب ہوا وہ کسی کو نہین ہوا عشقیہ مثنویون کے
علاوہ اخلاقی، صوفیانہ، تاریخی مثنویان بھی (مرکز ادوار، مجمع ابکار، اکبر نامہ وغیرہ) خاصی ہین مگر کچھ قابل ذکر نہین ان
اصناف سخن کے علاوہ قطعات اور رباعیات بھی کافی تعداد مین موجود ہین۔ عرفی نکری (میر رباعی) مخوی
بھی رباعی گو شعرا ہین۔ اسی طرح فیضی۔ عرفی۔ شیری صاحب ہزار شعاع (ہزار قطعہ) مقطعات خوب لکھتے ہین لیکن انکے
اندر کوئی خاص دلکشی نہین،

(باقی)

---

[1] قصیدہ کی تفصیل طوالت طلب تھی اس لیے غایت شہرت کی وجہ سے ترک کی گئی۔ مثنوی کے متعلق ہمنے اپنی تصنیف فارسی مین مثنوی کی
ارتقا مین مفصل بحث کی ہے [2] نکری کو "خیام زماں" کہا گیا ہے بطور نمونہ ان کی ایک رباعی حاضر ہے۔

دارد نکری سرے کہ سامانش نیست	دردیست نہان بدل کہ درمانش نیست
حیرت کہ پا کردہ بسر در رہ عشق	سرگردہ رہے کہ ہیچ پایانش نیست

اس عہد مین سحابی استرابادی خود خیام زمانہ کے جانشین ہے مگر اس کا ہند سے کوئی علاقہ نہین۔

مغار ایلورا،

(۲)

از جناب تمکین صاحب کاظمی

غار نمبر (۱۶)

اس کا نام "کیلاس" (رنگ محل) ہے، یہ ہندوستان کے بہترین اور ممتاز چٹانی غارون مین شمار
کیا جاتا ہے اور ہندوستان کی صنعت کا عجیب ترین اور دلکش ترین نمونہ ہے۔ اس کے متعلق مسٹر برگس لکھتے
ہین کہ یہ مندر ایک ہی پتھر کو تراش کر بنایا گیا ہے جو اعلیٰ ترین نقاشی سے اندر اور باہر بھرا ہوا ہے، اس کے
احاطہ کا طول ۲۷۰ فٹ اور عرض ۱۵۰ فٹ ہے، وسطی مندر پر پُر تکلف اور بہترین رنگ چڑھا ہوا تھا جس کے
نمونے اب بھی نظر آتے ہین، اسکی کُرسی بجائے خود ایک شے ہے، بھاری بھرکم ہاتھیون، شیرون، عقاب سر
چیتون کی قطارین ایک دوسرے کو چیرتی پھاڑتی نظر آتی ہین، اوپر ایک بڑا دالان یا دیوان ہے جس مین
سولہ عمود اور اُس سے دُگنے دیواری ستون ہین جن پر اقسام کی منبت کاریان کی گئی ہین، بغلی طاقچون کے کٹہرے
اور اگلی ڈیوڑھی کے آگے دوسرے تپے کے حجرے۔ عبادت خانون کے پیش دالان، چبوترے پر ایک
بڑی درگاہ اور اُن کے اطراف پانچ چھوٹی درگاہین اُن کے دونون طرف بڑی بڑی مورتین، یہ چیزین
صاف ظاہر کرتی ہین کہ سابقہ تمام مندرون پر سبقت لیجانے کی بہت کوشش کی گئی ہے۔ دروازہ مین داخل
ہوتے ہی لکشمی کی بڑی سی مورت ہے جو کنول کے پھول پر بیٹھی ہے، اسپر نوین صدی کے جینی حرفون کا
ایک کتبہ ہے دیوارون پر چند ایسے کتبے بھی ہین جو آٹھوین صدی کے خط مین لکھے گئے ہین۔
منڈپ اور مندر کو ایک پُل کے ذریعہ ملا دیا ہے جس کے نیچے شیوا اور اس کے اوتار کا لا پھیرا،

مہایوگی وغیرہ اور بیشمار مصاحب ہین، جنوب رویہ شمالی اور جنوبی دیوارون پر رامائن اور مہابھارت
کے مرقعے ہین۔ جس کے نیچے مندر کی کرسی عظیم الشان قوی ہیکل ہاتھیون اور شیرون کے ساتھ اٹھی ہوئی ہے
جنوبی رُخ پر غلام گردش ہے جو طول مین (۱۸۰ فٹ) ہے اور بارہ درجون پر تقسیم کی گئی ہے اسمین سنگ تراشی
مصوری بت سازی کے بہترین کمالات ظاہر کئے گئے ہین، بقول ڈاکٹر سید علی ذیل کی تصویرین خاص طور پر
قابل دید ہین۔ چوتھا شنو۔ وشنو کا شیر پیکر اوتار اور بیل (نندی) وشنو چھٹا بونا اوتار گرد و نیم عقاب نیم انسان
وغیرہ، غربی جانب ایک ۲۰۰ فٹ طویل غلام گردش ہے جسمین ۱۹ حجرے ہین، ان مین چھ تصویرین شیو کے
اوتارون کی ہین اور برہما اور اُس کا پاک ہنس پاروتی، شیو پاروتی کی منگنی وغیرہ فوٹو بھی بہت نمایان ہین
شمالی غلام گردش کا طول ۱۲۰ فٹ ہے جسمین تصویرون کے ۱۲ سلسلے ہین جو زیادہ تر شیو اور پاروتی وغیرہ کے
متعلق ہین۔ آخری غلام گردش سے ایک زینہ کے ذریعہ مندر مین داخل ہونے کا راستہ ہے، دروازہ پر بڑے
قوی ہیکل دو دربال لاٹھیان لیے پہرہ دے رہے ہین۔ اسکے ستون مربع ہین، جن پر شیو، لکشمی، برہما اور بھماجو
کی ان گنت تصاویر ہین۔ دیوان کے شرق رویہ درگاہ ہے جسکے عقب مین شہ نشین اور اُس کے اوپر
ایک مندر ہے، مندر کا برج ۱۰۰ فٹ بلند ہے اور برج پر نیچے سے اوپر تک بے انتہا نقش و نگار موجود ہین۔
اس احاطہ کے جنوبی رُخ پر ایک چھوٹا سا غار ہے جس کے اندر کالی گنپتی، وشنو، سرسوتی وغیرہ دیوتاؤن کی مورتین
ہین، اسی احاطہ کے شمالی اور غربی رُخ پر تین غار اور ہین۔ شمالی کو بڑ لنکا اور جنوبی کو اڑ لنکا کہتے ہین، بڑ لنکا کے
بیچون بیچ دو منزلہ مکان ہے، اڑ لنکا مین چھ دالان، ایک تین منزلہ مکان اور اُس کے پیچھے ایک دالان ہے،
تمام دیوارون پر تصاویر ہین، بیرونی حصہ پر رام، راون، کورو، پانڈون کی لڑائیون کے مرقعون سے بھرا ہوا ہے،
اور شیرون، ہاتھیون وغیرہ کی بھی وحشت انگیز تصاویر بکثرت ہین، چھت اور ستون نقش و نگار پھول پتون سے
لدے ہوے ہین۔ ایک جگہ شہد کی مکھیون کا چھتہ ہے اور اسمین ہزارون مکھیان بھن بھنا رہی ہین کہین
مالا کی جپ ہو رہی ہے تو کہین تخت اُڑ رہا ہے، کبھی گھوڑا، ہاتھی وغیرہ کی صدہا تصاویر ہین،

ستون منقش اور بہترین نمونے کے ہین، چھت پر رنگ ہے اور نہایت ہی عمدہ ہے، ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ حال ہی مین کیا گیا ہے گہرا سُرخ، سبز اور زرد رنگ نہایت ہی عمدہ ہے تصاویر بھی انہین
رنگون سے بنائی گئی ہین بعض جگہ گچ کا کام بھی کیا گیا ہے بیل بوٹے بہترین ہین، فرش مین گچ کی گئی ہے جو
نہایت ہی عمدہ اور چکنی ہے اس کے ملاحظہ سے محسوس ہوتا ہے کہ اس زمانہ مین ہندوستان مین فن تصویر و نقشہ کشی
کس حد تک ترقی کر چکا تھا،

لنکا اور بڑ لنکا کے آگے پتھر کا ۷۰ فٹ لانبا سائبان بغیر کسی ستون کے ٹھیرا ہوا ہے جو نہایت ہی
عظیم الشان اور بہت ہی وسیع ہے جو تقریباً ۵ افٹ موٹا ہے،

رنگ محل کے اندرونی حصہ مین فرش پر کانکریٹ کیا گیا ہے اور اس زمانہ کے بہترین کانکریٹ سے
عمدہ ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان مین فن تعمیرات کے ماہر مدت سے کانکریٹ کیا کرتے تھے،
بیرونی دروازہ کے پاس دو جانب دو ہاتھی ہین جو بالکل زندہ ہاتھی سے مشابہ ہین گران مین سے ایک
زخمی ہو چکا ہے جسکی سونڈ نہین ہے دوسرا بھی کسی قدر زخمی ہے۔ یہ ایک ہی پتھر کے ترشے ہوے ہین اور
نہایت ہی عمدہ بنائے گئے ہین،

اس کا بانی کرشنا اول ملکھیڑ کا راشٹر کوٹا خیال کیا جاتا ہے اور سنہ تعمیر ۷۶۰ تا ۷۸۳ع ہے۔

غار نمبر (۱۷)

یہ سیوا سے منسوب ہے، اس کی چھت ۱۲ منقش ستونون پر قائم ہے اندر ایک عبادت گاہ ہے جسکا دروازہ
ڈراویڈی وضع کا ہے غلام گردش مین منقش حجرے اور ان مین برہما، وشنو اور دیگر زنانی تصاویر ہین، مندر کی دیوار
پر کیا سوری، اور گنپتی کی تصویر ہے۔ یہ ایک معمولی غار ہے،

غار نمبر (۱۸ تا ۲۱)

نمبر ۱۸ بالکل معمولی غار ہے اور نمبر (۱۹) بھی، فرق یہ ہے کہ آخر الذکر کے ستون منقش اور کرسی نما اچھے ہین۔ غار کے

باہر ایک ہاڑوار ی کی تصویر ہے جو دربان کی جگہ کھڑا ہوا ہے ۔ نمبر (۲۰) بھی بالکل معمولی غار ہے البتہ نمبر (۲۱) بہترین غار ہے، اس کا نام رامیشور ہے یہ بہت بڑا ہے اور اس کے ہر ایک گوشے پر ایک درگاہ ہے، عبادتگاہ کے اطراف کالی، گنیش، شیو، پاروتی، وغیرہ کی تصاویر ہین بعض جگہ ہڈیون کے ڈھانچے بھی منقش ہین،

غار نمبر (۲۲)

اس کا نام "نیل کنٹھ" ہے اس مین برہما اور اشٹا ماترا (آٹھ مادن) اور گنیش کی تصاویر ہین، یہ زیادہ عمدہ غار نہین ہے،

غار نمبر (۲۳ تا ۲۶)

نمبر ۲۳ و ۲۴ دو چھوٹے چھوٹے غار ہین، معمولی کام کیا گیا ہے، غار نمبر ۲۵ بہت ہی خراب حالت مین ہے، البتہ اس غار کی ڈیوڑھی کے چھت پر سوریا (سورج کے دیوتا) کی تصویر کندہ ہے جو سات گھوڑون کی رتھ مین سوار ہے جس کے دونون طرف ایک عورت کھڑی ہوئی تیر چلا رہی ہے، نمبر (۲۶) ۱۲۰ فٹ لمبا ہے اسکے ستون الیفنٹا کے مانند ہین اور ہر گوشے پر ایک مندر ہے،

غار نمبر (۲۷)

اس کو "گولن کا مندر" کہتے ہین، اس مین وشنو، لکشمی اور برہما کی مورتین قابلِ ذکر ہین اور بس وشنوی پہلا غار ہے،

غار نمبر (۲۸)

یہ غار دو عبادتخانون یا دو خانون پر مشتمل ہے، اس کے دروازے کی دونون طرف درگاہین ہین اور دوار پال کھڑے ہین یہ بھی بالکل معمولی غار ہے،

غار نمبر (۲۹)

یہ غار "سیتا کی نہانی" اور "دومرلینا" کے نام سے مشہور ہے، ۱۵۰ فٹ مربع ہے، بہترین نقاشی کی گئی ہے شیو اور

پاروتی کا عقد بھی بڑی دھوم دھام سے دکھایا گیا ہے، آخری حصے مین ایک بڑا چشمہ ہے جو پہاڑون مین سے بہتا ہوا آتا ہے،

غار نمبر (۳۰)

سابقہ غار سے بالکل ملحق ہے، زمانہ تک اسمین کوڑا کرکٹ بھرا پڑا تھا، اب صاف کر دیا گیا ہے، یہ ایک چھوٹا سا غار ہے، سامنے ایک مسقف دالان چار ستون پر استادہ ہے، اس کے اندر ایک حجرہ ہے جس مین جینیون کا برہنہ بُت بیٹھا ہوا ہے، دیوارون پر بھی برہنہ بُت ہین جسقدر تصاویر بھی اسمین ہین سب برہنہ ہین،

غار نمبر (۳۱)

یہ بھی سابقہ غار سے ملحق ہے، داخل ہونے کے لیے دروازہ ہے اور اندر جاتے ہی اپنے بازو پر ہاتھی نظر آتا ہے، سامنے ایک بڑا برآمدہ ہے اور اُس کے اندر ایک حجرہ جسمین بہت بڑا برہنہ بُت بیٹھا ہوا ہے، بائین بازو ایک دالان ہے جس کے چھ ستون ہین، اسمین بھی ایک حجرہ اور برہنہ بُت ہے،

بیچون بیچ مین ایک چار پہلو مندر ہے جس کے چارون طرف راستہ ہے، بیچ مین چار برہنہ مورتین بیٹھی ہوئی ہین، اسی کو چھوٹا کیلاس کہتے ہین مسٹر برگس کہتے ہین کہ یہ مندر جینی مناور کے سلسلہ کا پہلا مگر ساخت کے لحاظ سے آخری ہے،

غار نمبر (۳۲)

یہ ایک معمولی جینی غار ہے جسمین کوئی بات قابلِ ذکر نہین، مدتون کچرا بھرا پڑا تھا مگر اب صاف کروا دیا گیا ہے،

غار نمبر ۳۳ تا ۳۵

یہ سلسلہ کے آخری تین جینی مناور ہین جو "اندر سبھا" کہلاتے ہین، دو غار دو منزلہ ہین اور ایک نسبتاً کسیقدر چھوٹا ہے۔ پہلے مندر مین پارس ناتھ (جینیون کا برہنہ بُت) ہے اور سات ناگ پھنی کی شکلین ہین۔ اور ایک مہاویر کی تصویر ہے۔ یہ جین کے ان تیرتھن کارون مین کا آخری اوتار ہے جس نے اپنی ریاضتون سے قالب مین مزید تبدیلیان

پیدا کردی ہین۔ ایک تصویر مین اندرا ہاتھی پر بیٹھا ہوا ہے (ہاتھی) درخت کے نیچے کھڑا ہے اور درخت پر طوطے بیٹھے ہوے ہین؛

احاطہ مین ایک ہاتھی چبوترے پر کھڑا ہوا ہے۔ دالان کے متصل چھوٹے کمرون مین اندرا اور اندرا بانی کی مورتین بھی ہین؛ ایک کمرے مین دو بڑی بڑی مورتین سانتھی ناتھ کی ہین۔ ایک مورت کے نیچے دسوین صدی کے خط مین کتبہ ہے۔ دوسری منزل پر چند درخت ہین جنکے نیچے اندرا بانی اور اندر وغیرہ کی مورتین ہین، بعض جگہ جیناس کی مورتین ہین؛

آخری مندر نمبر ۳۰ جگناتھ سبھا کے نام سے مشہور ہے اسکی مورتین خراب حالت مین ہین۔ جابجا اندرا اور اندرا بانی کی تصاویر کندہ ہین برآمدے مین ایک کنڑی کتبہ ہے مگر پڑھا نہین جاتا۔ مسٹر برگس اور ڈاکٹر سید علے کا خیال ہے کہ یہ غار آٹھوین صدی عیسوی سے تعلق رکھتے ہین؛

اسی غار کا ایک منہدم حصہ ذرا علیحدہ ہے جسمین اندرا اور اندرا بانی کی شکستہ مورتین ہین اور بعض اچھی بھی ہین سامنے تھوڑے فاصلہ پر ایک عمارت مین پارس ناتھ کی بہت بڑی مورت ہے جسے پوجاری گھیرے ہوئے ہین؛

ا اس مضمون کی ترتیب اور تیاری مین حسب ذیل ماخذون سے فائدہ اٹھایا گیا ہے؛

ایلورا کے آثار (صحیفہ غربی ہند جلد پنجم مرتبہ مسٹر برگس	بودھی مناور ۱۸۹۶ء مرتبہ مسٹر گرفتن
کوہی بودھ مناور ۱۸۸۳ء مرتبہ مسٹر برگس	دولت آباد کے تاریخی خاکے متعلقہ علاقہ سرکار عالی مرتبہ سید حسین بلگرامی؛
جنوبی ہند کے غار ۱۸۸۳ء مرتبہ مسٹر برگس	ایلورا کے غاری مناور مرتبہ ڈاکٹر سید علی بلگرامی۔
ایلورا کے پہاڑی مناور مرتبہ مسٹر برگس	گزیٹر ممالک محروسہ سرکار عالی مرتبہ سر ولیم ہنٹر؛
ہندوستان کے غاری مناور مرتبہ مسٹر فرگسن و مسٹر برگس	ہندوستان کے آثار قدیمہ جلد دوم ....
تاریخ تعمیرات ہند ۱۸۷۶ء مرتبہ مسٹر فرگسن۔	نو امپیریل سیریز آف آرکیولاجیکل سروے آف انڈیا ۱۸۹۹ء مرتبہ مسٹر کزنس

مذکورہ بالا کتب و رسائل کے علاوہ چند اور کتابین تاریخ بیجاپور مصنفہ مولوی بشیر الدین احمد محبوب الوطن تذکرہ سلاطین دکن مصنفہ مولوی مفتی صلی (?) بابت جنوری ۱۹۲۵ء و رسالہ تاج بابت جون و جولائی ۱۹۲۵ء وغیرہ پیش نظر رہے ہین۔ ترتیب مضمون مین مولوی عبد المنعم سعیدی بی اے ایل ایل بی نے بہت مدد دی، اگر ما خذ اپنے کتب خانہ سے دی جن کا شکریہ فرض ہے۔ فقط

تلخیص و تبصرہ

مولد نبوی ایک عرب عیسائی کی نظر مین

شام کے شہر حیفا سے الکرمل نام ایک عربی اخبار ایک مشہور عرب عیسائی اہل قلم نجیب آفندی نصار کی ایڈیٹری مین شایع ہوتا ہے، آفندی موصوف نے گذشتہ ماہ ربیع الاول مین مولد نبوی کی مناسبت سے ایک مقالہ لکھا ہے جس کا عنوان آیت اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (اے پیغمبر! تو بڑے اخلاق سے آراستہ ہے) قرار دیا ہے اسمین وہ لکھتا ہے کہ محمد صلعم تمام عرب کے خواہ وہ مسلمان ہون یا عیسائی، سب کے برابر کے ہیرو ہین، اگر مسلمان عربون کے وہ مذہبی اور قومی ہیرو ہین، تو عیسائی عربون کے وہ قومی ہیرو ہین، انھون نے عرب قوم کو ذلت و خواری کی زمین سے اٹھا کر رفعت و بلندی کے آسمان تک پہنچا دیا، اسکو ایرانیون اور رومیون کی غلامی سے آزاد کر دیا، آگے چلکر لکھتا ہے:۔

"ہان! اگر محمد (صلعم) کے اخلاق بڑے نہ تھے، تو ان کے ملحول کے اخلاق و عادات، قومی تعصبات اور گمراہی اور بد اخلاقی خود ان پر مسلط ہو جاتی"

"اگر محمد (صلعم) کے اخلاق مضبوط نہ ہوتے تو مشکلات کے پہاڑون کے آگے وہ اپنا سر جھکا دیتے، اور اپنی ہار مان لیتے، اور اپنے ماحول کے مقتضی کے مطابق وہ بھی چلنے پر مجبور ہو جاتے، اور وہ عظیم الشان انقلاب پیدا نہ کر سکتے انھون نے گمراہی کو ہدایت سے، جہالت کو علم سے، وحشت کو اُس تمدن سے بدل دیا، جس کی بنیاد اخلاق حسنہ پر تھی؛

"ہان! اگر محمد (صلعم) کے اخلاق عظیم نہ ہوتے تو کوئی ان کے پاس نہ جاتا، کوئی ان کی بات نہ سنتا، اور عرب قوم ایرانیون اور رومیون کی غلامی سے آزاد نہوتی، نہ عربون کا نظام بندھتا، نہ ان کی سلطنت قائم ہوتی؛

نہ اُن کا تمدن پھلتا پھولتا، نہ اُن کے ہاتھون علوم و فنون کو ترقی ہوتی، اور نہ اُن کے پیروون کو جو آپ پر درود و سلام پڑھتے ہین ہم اُن کو کرورون کی تعداد مین دیکھتے۔

"ہمارے نزدیک مسلمانون پر یہ فرض ہے، اُن کو شہر شہر گاؤن گاؤن پھر کر لوگون کو تعلیم اسلام کی بشارت اور قرآن کی تبلیغ مین مصروف ہونا چاہیے، کہ لوگون کی آنکھین کھلین، اُن کے دماغ روشن ہون، اور مولد نبوی کی خوشی سمجھ بوجھ کر منائین اور تمام عربون کو خواہ وہ مسلمان ہون یا عیسائی، اُس کو اپنی قومی وطنی عید منانا چاہیے"

"ہم نے یہ کہا ہے کہ اس خوشی مین تمام مسلمان اور عیسائی عرب شریک ہون، یہ اس لیے کہ ہمارے نزدیک عرب قوم کی دو قسمین ہین، ایک وہ جس نے محمد (صلعم) کی دینی و دنیاوی دونون عونون کو قبول کیا، یہ مسلمان عرب ہین، دوسرا وہ ہے جس نے گو اُس کے مذہب کو قبول نہین کیا، لیکن اُس کے دنیاوی قانون کو قبول کر لیا، یہ عیسائی عرب ہین، دوسرے فریق نے آپ کے اخلاقی اور قانونی اور تمدنی تعلیمات کو قبول کیا، مسلمانون کے ساتھ مل کر ایک بلند قومی نصب العین مین شرکت کی، اور کیون ایسا نہ ہوتا جب کہ وہ قومیت، نسل، وطن، اور زبان، اور اخلاق و عادات مین اُن کے بھائی تھے، محمد (صلعم) نے بھی اُن کے ساتھ برابری کا برتاؤ کیا اور کہا، جو ہمارا ہے وہ اُن کا ہے، اور جو ہم پر ہے وہ اُن پر ہے (اہل ذمہ)

"کیا اب عرب اور مسلمانون کے لیے یہ مناسب ہے، کہ وہ عید مولد کی خوشی محض رسمی طور پر منایا کرین، اور اُن نمایان دو پر غور نہ کرین جن پر محمد (صلعم) کی حقیقی عظمت قائم ہے اور وہ عرب کی سیاسی، اجتماعی، علمی، تمدنی اور قومی ترقی ہے وہ ترقی جس کو اُن کے اُن پیروون نے جن کی تعداد ہزارون سے زیادہ نہ تھی قائم کی، اور انحطاط کے ان اسباب پر غور نہ کرین جن کی وجہ سے آج عرب اور مسلمان جو کرورون سے زیادہ ہین آج اس ذلت اور نکبت مین گرفتار ہین،

"ہماری رائے ہے کہ اس زمانہ مین اُن کو یہ عروج اس لیے ہوا کہ اُن کے اخلاق اچھے تھے، وہ عمدہ تعلیمات پر عامل تھے، وہ اُس عہد مین بہترین قوم تھے جو انسانون کے لیے پیدا کی گئی تھی، تاکہ وہ اچھی باتون کا حکم دے، اور بری باتون سے روکے (قرآن) وہ اُس زمانہ مین اس شاہراہ پر عملاً گام زن تھے، وہ مکارم اخلاق سے آراستہ تھے،

وہ حقیقی مسلمان تھے، لوگون کو وہ اپنی زبان اور ہاتھ سے تکلیف نہین پہونچاتے تھے، لیکن عربون کے اخلاق بدل گئے ہین، نتیجہ یہ ہے جو ہماری نگاہون کے سامنے ہے، علماء اور رہبرون کا فرض ہے کہ وہ پھر اُسی اخلاقی بنیاد کو قائم کرین، ورنہ وہ خدا، خدا کے پیغمبر، تاریخ اور قوم کے سامنے ذمہ دار ہین،

آفتاب کے داغ

اب تک آفتاب کا چہرہ حسن جمال کا بیمثال نمونہ تھا، مگر تحقیقات جدیدہ کی چشم گستاخ نے آخر اسکو بھی داغدار بتا دیا، تحقیق سے ثابت ہوا ہے کہ آفتاب کے چہرہ پر بہت سے داغ اور دھبے دیکھنے مین آتے ہین،

یہ داغ اور دھبے درحقیقت گلی ہوئی دھاتون کے بخارات ہین جن کی شکل گرداب یا بگولے کی سی ہوتی ہے، ان مین چھوٹے چھوٹے ذرات ہوتے ہین جو نہایت پھرتی کے ساتھ خود اپنے گرد چکر لگاتے رہتے ہین، اور برقی قوت اُن کو ہر طرف دوڑاتی رہتی ہے، یہ بگولے سورج کو گھیر لیتے ہین تو سورج مین دھبہ نظر آنے لگتا ہے،

ان داغون کا اثر ہماری زمین کی بعض چیزون پر بھی پڑتا ہے، اس کا سب سے نمایان اثر قطب نما کی مقناطیسی سوئی پر پڑتا ہے،

زمین کی مقناطیسی قوت اور اُس کے تغیرات کا اندازہ کرنے کے لیے نہایت نازک آلات کے جو مقناطیسی پیمانے بنائے گئے ہین اُن کا تجربہ ہم کو بتاتا ہے کہ قطب نما کی سوئی ہمیشہ حقیقی شمال کی طرف نہین رہتی، بلکہ کبھی کبھی دائین بائین جانب مڑی بھی ہوتی ہے، اور یہ بھی ثابت ہو چکا ہے کہ ۱۱ برس سے زاید مدت تک یہ انحراف باقی رہتا ہے،

آفتاب کے داغون کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی ہے کبھی آفتاب پر ایک داغ بھی نہین ہوتا کبھی بہت ہلکا داغ ہوتا ہے، اور کبھی بہت گہرے داغ دکھائی دیتے ہین، جس زمانہ مین داغون کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اس کو اصطلاح مین داغ کا دور کہتے ہین، یہ دور کم از کم ۱۱ برس تک رہتا ہے،

بڑے داغون مین سے جب کوئی داغ پھوٹتا ہے تو قطب نما کے انحراف مین بھی بڑی تبدیلی ہو جاتی ہے،

کبھی کبھی یہ چیز بجلی کے تارون پر بھی اثر کرکے اس کو بیکار کردیتی ہے اور پیغامون کا بھیجنا بھجوانا دشوار ہوجاتا ہے، جب یہ حالت پیدا ہوتی ہے تو اُس کو مقناطیسی طوفان کہا جاتا ہے،

آفتاب کے داغون کا اثر سالانہ بارش کی کمی اور بیشی پر بھی پڑتا ہے، جیسا کہ ان دائرون کے نمو کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے جو درختون کے تنون کے اندر پائے جاتے ہین۔ پروفیسر ڈوگلیس نے بتایا ہے کہ اسی سے ہر ۱۱ برس کے بعد بارش کی کمی اور بیشی مین نمایان فرق ہوجاتا ہے، بعض ماہرین کا خیال ہے کہ ان داغون کے اعداد و شمار کے ذریعہ سے یہ ثابت کرنا بھی ممکن ہے کہ تجارت کی تباہی، مزدورون کے اضطراب اور خودکشی کی کثرت پر بھی سورج کے دھبون کا اثر پڑتا ہے،

باوجودیکہ ان مین سے اکثر باتین اب تک اچھی طرح ثابت نہین ہوئی ہین لیکن نہین کہا جاسکتا کہ زمانۂ مستقبل مین ان مین کیا کیا ثابت ہوجائیگا،

(المقتطف) "ج"

عرب اور امریکہ

پچھلے چار برسون مین لیوو وینر LEOWIENER پروفیسر ہارورڈ یونیورسٹی ایک کتاب کی تالیف مین مصروف رہے ہین، جسکا نام "افریقہ اور امریکہ کا انکشاف" ہے، یہ تین جلدون مین ہے، مصنف نے ثابت کیا ہے کہ اصلی امریکی باشندون کی زبان مین چند عربی الاصل الفاظ بھی ملتے ہین، بعض علماء نے پہلے یہ بھی دعوی کیا ہے کہ کولمبس سے بہت پہلے عرب جہازرانون نے اس سرزمین کا پتہ پایا تھا اور اسپران کی جغرافی تحقیقات اور سیاحی کے راستون سے استدلال کیا تھا، مگر پروفیسر موصوف نے اس دعوی پر اب ایک اور مزید روشنی ڈالی ہے،

پروفیسر موصوف ۲۶ زبانون سے واقف ہین، اور اب چند سالون سے وہ امریکہ کے پرانے باشندون کی زبان اس لیے سیکھ رہے ہین تاکہ اس زبان کے الفاظ، لغات اور محاورات وغیرہ سے یہ پتہ لگائین کہ ان مین کن کن زبانون کے الفاظ ملتے ہین، تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ اُن کو دنیا کی کن کن قومون سے میل رہا ہے، اثنائے تحقیق مین موصوف کو انگریزی، ہسپانی، فرانسیسی اور پرتگالی زبانون کے الفاظ ملے، لیکن ان سب سے پرانے عربی زبان کے

الفاظ ملے، اور اُن کی آمیزش کی تاریخ ۱۴۹۰ء تک پہنچتی ہے، یعنی کولمبس سے دو سال پہلے، اس لیئے بہت ممکن ہے کہ عربون کے تعلقات دو صدی پہلے وہان سے قائم ہون،

بعض محققین کی رائے ہے کہ امریکہ مین ازد اور مایہ کی نوآبادیان خالص عربی نوآبادیان تھین، جنکا سراغ ۱۳۱۰ء - ۱۳۱۲ء مین لگا تھا، اور افریقہ مین عربون کی آبادی نوین صدی مین اوج کمال تک پہونچ چکی تھی، اور وہان سے مغربی افریقہ مین منڈنگو تک پھیل چکی تھی اور وہان سے خلیج میکسک کے سواحل پر نشوکان تک آگئی تھی، کیونکہ امریکی زبان مین عربی الفاظ یہین سے اور منڈنگو سے پہنچے ہین، اور یہ اُسی قسم کے الفاظ ہین جو غالب قوم کے اثرات کے طور پر مغلوب قوم کی زبان مین باقی رہ جاتے ہین اور وہ طبی اور سیاسی الفاظ ہین جب عربون کا تعلق وہان سے منقطع ہوگیا تو ازد اور مایہ کی نوآبادیان بھی مٹ گئین، کیونکہ اُن کی زندگی عربون ہی کے تجارتی تعلقات کی بنا پر تھی،

(مقتطف اگست ۲۶ء منقول از ورلڈ ٹوڈے فروری ۲۶ء)

جمعیۃ العلماء کلکتہ کا خطبۂ صدارت

یہ خطبہ جسمین عالم اسلام کے ہر قسم کے مسائل پر غائر نظر ڈالی گئی ہے اور علماء کو موجودہ مذہبی خطرات سے آگاہ کیا گیا ہے اور ہندوستان مین مسلمانون کے حقوق و فرائض سے بحث کی گئی ہے، نہایت اہم ہے، اکثر شائقین اس کا تقاضا کر رہے ہین اس لیے اُن کو اطلاع دیجاتی ہے کہ دفتر مین اس خطبہ کے تھوڑے نسخے باقی ہین، جو اصحاب چاہین بقیمت منگوا سکتے ہین قیمت ۸ ضخامت ۴۴ صفحے،

"منیجر"

اخبار علمیہ

عنبر کے متعلق بہت سے خواص مشہور ہین، جاپان کے بعض کیمیا دانون نے اسکی تحلیل کی تو معلوم ہوا کہ اسمین مختلف قسم کے نمکون کا کوئی جزو نہین ہے، صرف چونا اور فاسفورس کے مرکبات سے اس کی ترکیب ہے، اس بنا پر عوام مین اس کے جو خواص مشہور ہین اُن کی کوئی اصلیت نہین

الماس سال مین کم از کم ...... ۱۲ گنی کی قیمت کے الماس معدنون سے نکالے جاتے ہین، کہا جاتا ہے کہ تقریباً یہ کل مقدار جنوبی افریقہ سے دستیاب ہوسکتی ہے، اور اب بحیرۂ تانگانیکا کے آس پاس مین الماس کی کانون کا پتہ لگا ہے، جن کی نسبت خیال ہے کہ وہ جنوبی افریقہ کی کانون سے بھی زیادہ دولت سے معمور ہین،

ترکی آثار اسلامیہ - ترکی مین یہ عام دستور تھا کہ تمام بڑی بڑی مسجدون مین سلاطین اور امراء مختلف قسم کی نادر اشیاء وقف کرکے رکھوا دیتے تھے، مثلاً قرآن مجید کے خوشخط اور مطلا نسخے، دعاؤن کی کتابین بڑے بڑے خطاطون کے کتبات، سونے چاندی کے بخوردان، قندیلین اور بلور کے سامان آرائش، عمدہ اور قیمتی قالین، اس قسم کی چیزین زیادہ تر قسطنطنیہ، قونیہ اور بروصہ وغیرہ جیسے بڑے ترکی شہرون کی جامع مسجدون مین تھین، حکومت انگورہ نے ایک کمیٹی اس غرض سے مقرر کی ہے کہ ان تمام آثار کی فہرست مرتب کرے، اور مسجدون سے لیکر ان چیزون کو قسطنطنیہ کے عجائب خانہ مین منتقل کردے، کمیٹی نے اب اپنا کام ختم کرلیا ہے، جن مسجدون سے یہ چیزین اکٹھی کی گئی ہین ان کی تعداد سات سو ہے، اور جتنی چیزین اس غرض سے جمع کی گئی ہین اُن کی تعداد ایک لاکھ پانچ ہزار دو سو اٹھائیس ہے،

ان مین مصاحف، قطعات، کتبے، جھاڑ، قندیلین، چراغ، بخوردان اور قالین وغیرہ ہین، ان مین سے بعض بعض چیزون کی تاریخی قدامت پانچ پانچ سو برس کی ہے، اور انکی مجموعی قیمت کا تخمینہ دس لاکھ پونڈ ہے،

تین نادر رسالے، ہمارے فاضل دوست مولانا عبدالعزیز صاحب میمن، علیگڈھ مسلم یونیورسٹی، ہمیشہ نادر عربی تصنیفات کی تلاش و جستجو مین رہتے ہین، خیال نہین ہوسکتا تھا کہ قدیم ادبائے عرب کے کچھ جواہر پارے غریب ہندوستان کے خزانون مین بھی پڑے ہونگے، مگر مولانا نے یہان بھی ڈھونڈھ نکالا، ایک رسالہ کلاً کے معانی مین ہے، اور قرآن پاک مین اس کے مواقع استعمال مین ہے، یہ ابن فارس نحوی (المتوفی ۳۹۵ھ) کی تصنیف ہے اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے کتبخانہ سے ملی ہے، دوسرا رسالہ ما تلحن فیہ العوام لغت مین ہے، یہ علی بن حمزہ کسائی نحوی کی تصنیف ہے، جو ہارون رشید کے دربار کا ایک عالم تھا، یہ نادرۂ روزگار جامع مسجد بمبئی کے کتبخانہ سے بہم پہونچا، تیسرا رسالہ ایک عجیب و غریب فلسفیانہ مکتوب ہے، جو محی الدین بن عربی نے امام فخرالدین رازی کو بھیجا تھا، مولانا ممدوح نے ان رسالون کو صحیح و مرتب کیا ہے اور شرف الدین کمپنی بھنڈی بازار بمبئی نے اُن کو اپنے صرف سے چھپوایا ہے،

نیل الاوطار - فقہ اسلامی کی مشہور عربی کتاب نیل الاوطار مصنفہ قاضی محمد بن علی شوکانی المتوفی ۱۲۵۵ھ کا پہلا مطبوعہ نسخہ مدت سے ناپید تھا، اور شائقین کو اسکی بڑی تلاش تھی، الحمدللہ کہ اب مصر مین یہ دوبارہ چھپ رہی ہے اور پہلے سے زیادہ اہتمام کے ساتھ چھپ رہی ہے، یہ نسخہ ۹ جلدون مین تمام ہوگا، اسوقت تک اسکی سات جلدین چھپ چکی ہین، دو اور باقی ہین، ساتوین جلد مین آخر باب دیات و حدود کا ہے،

نیا مکان، مشہور موجد اڈیسن کی چھوٹی بڑی ایجادات کی تعداد ایک ہزار سے زیادہ ہوگئی ہے، ایک

زمانہ کی خاموشی کے بعد اب اُنھون نے ایک نئی قسم کے مکان کا نمونہ تیار کیا ہے جس کی تمام دیوارین چھتین اور دیگر حصے ڈھلے ہوے لوہے کے ہین یہ الگ الگ حصے دوکانون پر ملین گے اب جب کسی کو نیا مکان بنانے کی ضرورت ہو گی تو وہ چند منٹ مین حسب ضرورت لوہے کے یہ حصے اور ٹکڑے خرید کر لے آئے گا اور خاص قسم کے کانکریٹ کے مسالے سے ان کو مضبوط جوڑ دیگا، اور اسطرح بڑا سا بڑا مکان جو پہلے سالہا سال مین تیار ہوتا تھا اب چند گھنٹون مین بنکر تیار ہو جائیگا،

مچھلی اور مچھر تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ حوضون مین مچھلیون کی پرورش کرنا مچھرون سے نجات پانے کے لیے بہترین تدبیر ہے، کیونکہ یہ مچھلیان مچھرون کے انڈون کو نگل جاتی ہین اور اسطرح انکی نسل مرجاتی ہے

قدیم ہندوستان اور ایران۔ ہندوستان کے محکمۂ آثار قدیمہ نے سندھ اور پنجاب کے کھنڈرون کی کھدائی مین بعض نہایت پُرانی چیزین پائی ہین، پروفیسر سائس نے اُن کے متعلق لکھا ہے کہ یہ چیزین اُن اثری یادگارون سے بہت ملتی جلتی ہین جن کو دی مورگن نے ایران کے پُرانے پایۂ تخت شوشن مین پایا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان دونون پُرانے ملکون مین حضرت مسیح سے تین ہزار برس پہلے تجارتی تعلقات نہایت استواری سے قائم تھے،

قدیم عراق اور ہندوستان، مسٹر مکاے نے رائل ایشیاٹک سوسائٹی کے رسالہ مین ایک مضمون لکھا ہے جسمین یہ ثابت کیا ہے کہ عراق کے قدیم باشندون سومریون مین اور اہل ہند مین پُرانا تعلق تھا، اس دعوی کی دلیل ایک مہر ہے جو قدیم عراقی شہر کش مین ملی ہے، اس مین ایک بیل کی تصویر نقش ہے جو غلہ کے ایک ڈھیر پر کھڑا ہے، یہ مہر اُس مہر کے بالکل مشابہ ہے جو ہندوستان مین ملی ہے، اس مہر کے علاوہ عقیق اور لاجورد کے ایسے ہار بھی دونون جگہ ملے ہین جو بالکل یکسان ہین،

ناخن کی دنیا؛ انسان کے میلے کچیلے ناخنون مین خدا جانے کتنی دُنیا آباد ہے، ۸۰ ناخنون کے میل کو ایک جگہ جمع کر کے علم الجراثیم کے علما نے اُن کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اُن مین ۵۰ قسم کے جراثیم موجود ہین اس سے اندازہ ہوگا کہ کھانے پینے کی چیزون مین اُنگلی ڈالنے، یا مریضون کی تیمارداری اور دوا پلانے مین اور زخمون کی چیر پھاڑ اور مرہم پٹی مین انگلیون کی صفائی کی کتنی ضرورت ہے؛

دنیا مین ٹیلیفون، بڑے بڑے شہرون مین ٹیلیفون کی تعداد جس کثرت سے ہے اس کا اندازہ ذیل کی جدول سے ہوگا،

ہر ہزار آدمی کے لیے	امریکہ مین	۱۲۷	ٹیلیفون ہین
"	کنیڈا مین	۱۱۰	"
"	ڈنمارک مین	۸۷	"
"	سوئڈن مین	۶۷	"
"	ناروے مین	۶۱	"
"	جرمنی مین	۳۷	"
"	برطانیہ مین	۲۵	"
"	فرانس مین	۱۵	"
"	قاہرہ شہر مین	۱۰	"
"	ملک مصر مین	۱	"

ادبیات

کلام صدق

از جناب صدق جائسی

غمزۂ دلکش اداے جان ستان دکھا کیے — وصل مین شب بھر قیامت کا سمان دکھا کیے

فتنۂ گیتی فسادِ آسمان دکھا کیے — دوست کو دشمن پہ کیا کیا مہربان دکھا کیے

آفتِ جان ہے ترا اخلاص بھی اے بے وفا — لطف ظاہر مین ستم سو سو نہان دکھا کیے

اُن کی حیرانی مری جان دیکھنے کی آج ہے — مدتون جو تم کو مجھ پر مہربان دکھا کیے

کل اسی کوچے مین کیا عالم تھا میرا کچھ نہ پوچھ — ایسی حالت تھی کہ تیرے پاسبان دکھا کیے

لاگ تھی مانا مرے خرمن سے برق و باد کو — حیرت اسیر ہے زمین و آسمان دکھا کیے

میرے اُٹھتے ہی در دولت سے رونق اُٹھ گئی — چشمِ حسرت سے وہ اپنا آستان دکھا کیے

مفت سرگردان رہے دیر و حرم مین عمر بھر — فکرِ یوسف تھی نشانِ کاروان دکھا کیے

حالِ دل ہمدم مزے لے لے کے آج اُسنے سنا — ہم بھی خاموشی سے رنگِ داستان دکھا کیے

اُن کے آتے ہی دگرگون ہو گیا رنگِ چمن — آہ گلچین نے بھری منھ باغبان دکھا کیے

پانون پڑنے سے ہمین نظرون مین ہلکا کر دیا — عمر بھر اس دن سے اُنکو سرگران دکھا کیے

رشک تھا ہر ہر قدم پر ساتھ کوے غیر مین — راستے بھر تیرے قدمون کے نشان دکھا کیے

بزم خوبان مین کھلی خوبی کلام صدق کی — حُسن کے پتلے بھی یہ حُسنِ بیان دکھا کیے

جام صہبائی

از
جناب اثر صہبائی بی اے ال ال بی

(۱)

گھیرے ہوے ہے شب کی سیاہی مجھکو — رہ رہ کے ڈراتی ہے تباہی مجھکو

تابانیِ آفتاب امید مگر — دیتی ہے پیام صبحگاہی مجھکو

(۲)

گو بحرِ حوادث کا تلاطم نہ گیا — بر لب سے مرے لطفِ ترنم نہ گیا

وہ زندہ دلِ دہر ہون اے "صہبائی" — تا زیست مرے لب سے تبسم نہ گیا

(۳)

گو ماتم و عیش ہین جہان مین توام — نکتہ یہ عجیب ہے مگر اے ہمدم!

روتا ہے تو رو رہا ہے تو ہی تنہا — ہنستا ہے تو ہنس رہا ہے سارا عالم

(۴)

مے حسن کی پیتا ہون خمخانۂ ہستی سے — سب مجھکو سمجھتے ہین سبکیش مری مستی سے

اس مست کو "صہبائی" ہم مست سمجھتے ہین — حاصل نہ کرے مستی جو بادہ پرستی سے

(۵)

ہر لمحہ رہینِ مے پرستی ہون مین — جسکا نہ خمار ہو وہ مستی ہون مین

مینوشِ حال جاودان ہون یعنے — "صہبائی" خمخانۂ ہستی ہون مین

(۶)

جب رفعتِ عرش ہے ہمارا مقصود | کیونکر نہ رہین مائل پروازِ صعود
تو حسن مین لاجواب مین عشق مین فرد | تو میرا ہے اور مین ہون تیرا معبود

(۷)

ہنگامِ شباب غرقِ عصیان ہون مین | پیری مین رہین ذکرِ یزدان ہون مین
ہین سلسلۂ زیست کی یہی دو کڑیان | سرکش ہون کبھی، کبھی پشیمان ہون مین

(۸)

ہر لطف کے پردے مین ستم پایا ہے | ہر سازِ طرب مین سوزِ غم پایا ہے
میخانۂ دہر مین مےِ ناب کہان؟ | ہر جام کو آلودۂ سم پایا ہے

(۹)

شیرازۂ ہستی کو بکھرنا ہوگا | ظاہر ہے کہ ایک روز مرنا ہوگا
لیکن یہ سوال ہے ابھی لاینحل | کیا ڈوب کے پھر مجھکو ابھرنا ہوگا

گل رعنا

اردو زبان کی ابتدائی تاریخ اور اسکی شاعری کا آغاز اور عہد بعہد کے اُردو شعراء کے صحیح حالات اور اُن کے منتخب اشعار ضخامت ۵۰۰ صفحے، مؤلفہ حکیم سید عبدالحی صاحب مرحوم قیمت عہ

لغات جدیدہ

چار ہزار جدید عربی الفاظ کی ڈکشنری مطبوعہ معارف پریس قیمت عہ

"منیجر"

باب التقریظ والانتقاد

قومی عظمت کی اخلاقی بنا

مصنفہ پروفیسر محمد تیمور صاحب

پروفیسر محمد تیمور صاحب ایم اے اپنی سنجیدہ، فلسفیانہ، جدید خیالات سے پر اور سبق آموز تحریرون کی وجہ سے ایک خاص شہرت و امتیاز رکھتے ہین، ۱۹۲۳ء مین اُنھون نے ضرورتِ وقت یا ضعفِ ملی کا علاج کے نام سے ہندوستان کی تعلیمات اور اسلامی ہند کی تعلیمی ضروریات پر جس بہتر طریقہ سے اظہارِ خیال کیا تھا، وہ اب تک اصحابِ فکر کے دماغون سے محو نہ ہوا ہوگا۔ آج ہمارے سامنے اُن کی دوسری تصنیف جو انگریزی زبان مین ہے اسی قسم کے ایک اہم موضوع پر مبنی ہے۔ مقصدِ تصنیف خود مصنف کی زبان مین یہ ہے کہ "یہ بتایا جائے کہ ہندی اخلاق مین کونسی کمزوریان ہین اور اُن کی کس طرح اصلاح کی جاسکتی ہے" بدقسمتی سے ہم نے اخلاق کے لفظ کے معنی کو محدود کردیا ہے، ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری زندگی مجموعۂ اخلاق ہے، ہمارا ہر خیال، ہر فعل، اور ہر ادا اور حرکت کتابِ اخلاق کا کوئی باب، صفحہ، سطر یا حرف ہوتی ہے۔ قومی عظمت کا راز دراصل اُسی اخلاقیات کے صحیح علم و عمل مین مضمر ہے، اور مصنف نے جس خوش اسلوبی سے مختلف عنوانات کے ماتحت تمام مسائل کو صاف اور پرزور طریقہ سے ادا کیا ہے اُن کے پڑھنے سے اُن کی صداقت کا یقین ہوتا جاتا ہے، اور واقعہ یہ ہے کہ اگر قوم نے ان حقائق کو سمجھ لیا تو وہ بہت جلد بام ترقی کے اعلیٰ ترین زینہ پر ہوگی، انفرادی زندگی دراصل ایک بے معنی شے ہے قوم کا ہر فرد ایک بڑی مشین کا کل پرزہ ہے، ہر پتہ کی زندگی درخت کی زندگی پر موقوف ہے اور درخت کی شادابی اُن تنون، جڑون اور شاخون کی صحیح ادائیگیِ فرض پر، زندگی عمل کا نام ہے اور عمل کا فقدان قوم کی موت ہے۔ اجتماعی حیات کے لیے انفرادی

سبھی ایک ضروری چیز ہے اور یہی وہ چیزین ہین جنکو پروفیسر موصوف نے اپنے مخصوص پیرایہ مین بیان کیا ہے،
کتاب دو مضمون کے دیباچہ، مضمون کی تمہید اور (۱۲) مضمون کے اصل مباحث پر مشتمل ہے اسمین آٹھ مستقل عنوان ہین
عمل، تعاون، عدل، خود اعتمادی وہمت، استقلال، کفایت شعاری، عقل عملی اور اُمید، مصنف نے کتاب انگریزی مین لکھی
ہے اس کی وجہ خود مصنف نے یہ بتائی ہے کہ ہندوستان اب تک ایک مشترک زبان پیدا کرنے مین کامیاب نہین ہوا ہے
اور انگریزی ہر جگہ سمجھی جاتی ہے۔ اُردو کی تحریر کی طرح انگریزی مین بھی اُن کو خاص کمال ہے کتاب اسقدر دلچسپ ہے کہ ختم کیے
بغیر رکھنے کو جی نہین چاہتا۔ ہم مصنف کو یقین دلاتے ہین کہ اسکے ترجمہ کی اشد ضرورت ہے، کتاب مجلد ہے اور مذکورۂ بالا پتہ
سے ملے گی۔

"ن"

شیر شاہ لودی

موجودہ عہد مین دولت و علم کا اجتماع مشکل ہی سے نظر آسکتا ہے اسلامی ہندوستان مین اس کا فقدان زیادہ نمایان
ہے۔ اور ایسے رؤسا کو جن کو اُن کے مالی مشاغل نے خود علمی خدمات کی طرف توجہ کیا ہو انگلیون پر گنا جا سکتا ہے ایسی
حالت مین آنریبل سر ذوالفقار علی خان سی آئی ای صدر کونسل آف اسٹیٹ کی مذکورۂ بالا انگریزی تصنیف یقیناً ہماری
خاص توجہ کی مستحق ہے۔ سر موصوف کو تاریخ سے خاص مناسبت ہے اس وقت بھی سرکاری و ذاتی کامون کے علاوہ
وہ صرف اپنے اس علمی ذوق کی خاطر پنجاب کی تاریخی مجلس کے نائب صدر کے خدمات انجام دے رہے ہین،

یہ کتاب ابتداءً سنہ ۱۹۱۴ء مین پنجاب مجلس تاریخ کے سامنے ایک مضمون کی حیثیت سے پڑھی گئی تھی اسی زمانہ مین
سر موصوف کو اس مضمون کو بڑھا کر ایک کتاب کی شکل مین شایع کرنے کا خیال ہوا تھا مگر جنگ عظیم اور اُس کے نتائج نے
سنہ ۱۹۲۲ء تک اس کی فرصت نہ دی، اب یہی مضمون کتاب کی صورت مین مزید اضافہ و معلومات کے ساتھ تاریخ دوست
اصحاب کے سامنے ہے، ابتدا مین ڈاکٹر بی اسپونر نائب ناظم اثریاتِ ہند کا زین مضمون کا مقدمہ ہے اس کے بعد مصنف
کی تمہید اور پھر اصل کتاب جو ایک زبردست تاریخی تمہید کے بعد ۹ فصل حصص پر منقسم ہے،

شیر شاہ نے جس معمولی درجہ سے ترقی کر کے اپنے لیے ہندوستان کے بڑے سلاطین کی صف اولین مین جگہ حاصل

کی ہے وہ ہر تاریخ پسند شخص کے لیے لائقِ مطالعہ ہے۔ اس وقت جبکہ پانی پت کی لڑائی نے پٹھانون کی حکومت کا ہمیشہ
کے لیے خاتمہ کر دیا تھا ایک معمولی جاگیردار کا ہمت کر کے اٹھنا اور دوسرے مغلیہ بادشاہ ہمایون کو پے در پے شکست
دے کر اس چراغ کشتہ کو دوبارہ روشن کرنا اسی بھاری سردار کا کام تھا، اس کی ملکی اصلاحات در اصل موجودہ نظام
کی ایک بڑی حد تک بنیاد ہین۔ اکبر کی عظمت کا راز اسی کی پیروی مین پنہان تھا۔

شیر شاہ کی مفصل سوانح پروفیسر قانون گو نے لکھی ہے اور وہ شایع بھی ہو چکی ہے مگر ۱۴۸ صفحات کی ایک
چھوٹی سی کتاب مین تمام ضروری مباحث کو اجمالاً عالمانہ طریقہ سے جمع کر دینا یقیناً قابل ستایش اور مصنف کی قدرت پر
دال ہے، ہم سر موصوف کو ان کی اس کامیاب تصنیف پر مبارکباد دیتے ہین۔ کتاب ۱۲ × ۱۴۸ صفحات کی ہے قیمت عہ/
پتہ رام کرشن اینڈ سنز انارکلی لاہور،

"ن"

ویدون کے ظاہر کنندہ اور پیدایش دنیا از روے وید

پنڈت ست دیو جی ایک مشہور آریہ مناظر ہین، یہ پہلے مسلمان تھے، پھر لیکھرام کے ہاتھ پر آریہ ہو گئے، اب انکو
ہندو ادبیات پر کافی عبور ہو گیا ہے۔

اُن کو اب پورا احساس ہے کہ ہندوؤن اور آریون کے "مسلمات اور منقولات مین بہت کچھ فرق ہے" وہ اس کے
لیے بے چین ہین کہ کسی طرح اس مشکل کا حل کیا جائے وہ ہندو فرقون کی متفقہ راے پر سر جھکا دینے کو تیار ہین لیکن جب تک
ہندو اس کی اہمیت کو محسوس نہین کرتے تب تک وہ برابر ویدک لٹریچر کی متضاد باتون کو ظاہر کرتے رہنا ضروری سمجھتے
ہین، اس لیے اُنھون نے اس کا ایک سلسلہ شروع کر دیا ہے، چنانچہ شاستر بری چے کے عنوان سے ہندی مین آٹھ
ٹریکٹ اور اُردو مین چار ٹریکٹ شایع کیے ہین۔

اُردو ٹریکٹون کا تیسرا نمبر "وید کے ظاہر کنندہ" ہے" اس مین پرکاش وید کے متعلق بے فیصلہ تمام مختلف اور
متضاد منقولات جمع کر دیے ہین،

چوتھا ٹریکٹ پیدایش دنیا از روے وید ہے اس مین بھی اس مسئلہ پر وید کے متضاد اقوال جمع کر دیے اور

ثابت کیا ہے کہ وید ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ پیدایش عالم کا حال معلوم ہی نہیں ہو سکتا، دوسری طرف یہ بھی کہتا ہے کہ دنیا نیست سے ہست ہوئی اور یہی عقیدہ اکثریت کے ساتھ منقول ہے لیکن ہندوؤن کے موجودہ مسلمات کے خلاف ہے۔ ہندو آریہ مسلمانوں کے خیالوں پر معترض ہیں مگر گشت پتھ برہمن نے اسی عقیدہ کو پیش کیا ہے،

افسوس ہکو قیمت نہیں معلوم مگر یہ تمام رسالے تین تین چار چار آنے کو دفتر دھرم دیو اگر گولا دینا ناتھ بنارس سے مل سکتے ہیں مسلمانوں کو خاص طور پر پڑھنا چاہیئے،

"ج"

مرقاۃ الادب

جناب مولوی ظفر اقبال صاحب ایم اے، بی ٹی لکچرر سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور نے انگریزی اسکولون کے عربی خوان طلبہ کیلیے یہ ریڈر تیار کی ہے، اور پنجاب یونیورسٹی نے اس کو میٹرکولیشن کے امتحان کیلیے بطور نصاب مقرر کیا ہے، یہ کتاب چھوٹی تقطیع کے ۲۰۰ صفحات مین ہے، جن مین سے ۸۶ صفحات مین ضرب الامثال، چھوٹی چھوٹی کہانیان تاریخی قصے، شہرون اور عمارتون کا حال، آیات قرآنی، اور احادیث مختلف عنوانون سے مختلف ابواب مین لکھی گئی ہین پھر ۸۸ سے ۱۳۰ تک ہر باب کے متعلق مشقی سوالات ۱۳۸ سے ۱۹۴ تک کتاب مذکور کی عبارتون کے لغات بہ ترتیب حروف تہجی ہین ۱۹۸ سے ۲۰۰ تک کتاب مین مقامات اشخاص، اور کتابون کے جو نام آئے ہین اُن کی فہرست ہے، کتاب کے شروع مین اردو مین چند صفحون مین جغرافیہ عالم مرتبہ جامعہ عثمانیہ طول اور عرض بلد کی تشریح نقل کردی گئی ہے، تمام عربی عبارت لڑکون کیلیے عمدہ صاف نستعلیق خط مین با اعراب لکھی گئی ہے، کتاب کے مضامین مین کوئی خاص ترتیب ملحوظ نہین رکھی گئی ہے، عموماً اس قسم کی ریڈرون کے باب تدریجی ترقی کے ساتھ مرتب کیے جاتے ہین، اسی طرح کتاب کے اول مین چند صفحون کی یہ ایزادی بھی کتاب کے موضوع سے خارج ہے اور آخر مین مقامات، اشخاص اور کتابون کی فہرست بھی بیکار ہے کہ یہ ابتدائی نصاب کی کتاب ہے، انتہائی حوالہ کی کتاب (ریفرنس بک) نہیں ہے، کتاب مین جابجا الرحلۃ الحجازیہ سے لیکر مکہ معظمہ، مدینہ منورہ کے مختلف مناظر کے فوٹو اور حرب کا نقشہ دیا گیا ہے، قیمت ۱۲؍ پتہ عطر چند کپور اینڈ سنز، انار کلی، لاہور

مطبوعات جدیدہ

عقیدۃ الاسلام فی حیوۃ عیسیٰ علیہ السلام ۔ مسلمانون مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت وحیات کی بحث مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیدا کی ہے، اور اب تک اُن کے پیرو اس مسئلہ کو اس طرح پکڑے ہوے ہین کہ گویا یہ اسلام کی موت وحیات کا مسئلہ ہے، مرزا صاحب نے اس سلسلہ مین نہ صرف یہ دعویٰ کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ مر گئے ہین، بلکہ یہ بھی کہتے ہین کہ وہ ہندوستان مین آکر اپنی طبعی موت سے مرے، اور کشمیر مین اُن کی قبر ہے، اسی تعلق سے مرزا صاحب نے یہ دکھانے کی غرض سے کہ علمائے سلف مین بھی ایسے لوگ گذرے ہین جو حضرت مسیح کی موت کے قائل تھے، حضرت امام مالک اور علامہ ابن حزم وغیرہ کی طرف اس قول کو منسوب کیا ہے، اور اس مضمون کی بہت سی حدیثین بھی وضع کرلی ہین، اور اس مین یہان تک ترقی کی ہے کہ ایسی حدیث گھڑ کر لکھدی ہے جسکا موضوعات اور جھوٹی حدیثون مین بھی پتہ نہین مثلاً کان فی الھند نبیاً ؛ اسمہ کاھنا جناب مولانا انور شاہ صاحب کاشمیری صدر مدرس دار العلوم دیوبند نے اسی بحث پر عربی زبان مین یہ رسالہ لکھا ہے جسمین مرزا صاحب کے دعوی کی تمام کمزوریان ظاہر کی ہین، اور دکھایا ہے کہ امام مالک اور علامہ ابن حزم کی طرف اس قول کی نسبت، ان بزرگون پر سراپا افترا اور بہتان ہے، اور تفصیل کے ساتھ اُن خیانتون کو بیان کیا ہے جو مدعی نے اثبات مدعا کے لیے حدیثون مین کی ہین، علاوہ ازین اس رسالہ مین ختم نبوت اور فضیلت مسیح وغیرہ مسائل کو ثابت کیا گیا ہے جن پر مرزا صاحب اور اُن کے پیروؤن کا اعتقاد نہین، پتہ : دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور

راز حیات ۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے اس کتاب مین ثابت کیا ہے کہ اصلی انجیل عمل قرآن مجید کی تعلیمات مین، قرآن مجید نجات کا راستہ ایمان اور عمل کو بتاتا ہے، وہ انسان کو تعلیم دیتا ہے کہ انسان اپنی تمام

خداداد قوتون اور عالم خارج کی تمام چیزون کا صحیح اور برجا استعمال کرے، اسی مین انسان کی فلاح اور بہبود ہے،
اس کتاب مین اس مسئلہ کو پوری تشریح کے ساتھ سمجھایا گیا ہے اور عقیدۂ کفارہ کے غلط نتائج دکھائے گئے ہین،
چھوٹی تقطیع کے سائز پر ۲۴۵ صفحات کا مجموعہ ہے، کتاب اس قابل ہے کہ لوگ اس کو پڑھین۔

پتہ: منیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل، لاہور

دوشیزہ۔ سردار موہن سنگھ صاحب دیوانہ نے حال مین دوشیزہ نام سے اپنے کلام کی پہلی قسط شائع کی ہے، یہ میری شاعری، بھگوت گیتا، بلبل بے قرار ہند، وغیرہ عنوانون کے ماتحت ۱۹ نظمون کا مجموعہ ہے، بعض نظمون کا انداز اچھوتا ہے ممکن ہے کہ قدامت پسندون کو یہ نظمین بقول جناب حسرت "عجیب و غریب معلوم ہون" لیکن سردار صاحب کا یہ کارنامۂ نظم بہرحال کامیاب کہلانے کا مستحق ہے" قیمت ۶ر پتہ: گوتم برادرس اینڈ کمپنی اے بی روڈ، کانپور،

غذاے روح۔ شریمد بھگوت گیتا کے متعدد ترجمے منظوم اور منثور چھپ چکے ہین، لیکن اُن مین صفائی اور روانی نہ تھی، حال مین پنڈت پربھو دیال مصر عاشق لکھنوی نے ایک منظوم ترجمہ شایع کیا ہے، اسکی زبان بہت حد تک صاف اور روان ہے، لیکن خالص اصطلاحی اور مذہبی الفاظ کو یہ بھی نہین چھوڑ سکتے تھے، اس لیے پھر بھی زبان نامانوس سی ہے، اسکا احساس خود مترجم کو بھی ہے لیکن وہ اسکے لیے مجبور تھے، حجم چھوٹی تقطیع پر ۱۱۸ صفحات ابتدا کے ۲۶ صفحات مین ایک مختصر مقدمہ ہے جسمین مہابھارت کا خلاصۂ قصہ اور ترجمہ کے خصوصیات کا ذکر ہے، افسوس ہے کہ بعض بعض جگہ مطبع کی اصلاح نے مترجم کا خون کردیا ہے اور شعر وزن سے بے وزن ہوگیا ہے،

قیمت عمر پتہ: بکڈپو منشی نولکشور پریس، لکھنؤ

عدد ششم	ماہ جمادی الاول ۱۳۴۵ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۶ء	مجلد ہژدہم

مضامین

اطلاع

اس ششماہی جلد ۱۸ کی مفصل فہرست آئندہ مہینہ کے رسالہ کے ساتھ شایع کیجائیگی،
جو اصحاب رسائل کی جلد بندھواتے ہین اوس کا انتظار کرین،

"منیجر"